

دلپسند پریمی (حقائق)



جمعیتِ اشاعتِ اہلسنتِ پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

مِنْ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (القرآن)

دوسرے کبریا کی

(حَقَائِقُ)



گوکب نورانی اور گاروی

جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

نام کتاب : دیوبند سے بریلی (حقائق)
مصنف : علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی
ضخامت : ۸۰ صفحات
تعداد : ۲۰۰۰
مفت سلسلہ اشاعت : ۳۵۴۳

انتساب

رحمت عالم نور مجسم
شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہر سچے عاشق کے نام

کوکب غفرلہ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی جانب سے شائع ہونے والی یہ ۳۵۴۳ ویں کتاب ہے جو کہ خطیب ملت حضرت علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی کی مرتب کردہ ہے۔ ہم اراکین جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان علامہ صاحب کے بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت اس کتاب کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقہ و طفیل حضرت کے علم و عمر اور عمل میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی۔

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده و نصلی علی رسولہ الکریم

تقدیم

از: حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

فاضل معتمد علامہ کو کب نورانی اور کاڑوی ملک کی معروف مشہور دینی شخصیت ہیں..... ان کا چہرہ جان نواز، ان کی گفتگو دل افروز، ان کی تقریر دل نشین، ان کی تحریر دل پزیر..... وہ امامت و خطابت، تبلیغ و ارشاد، تصنیف و تالیف کے فرائض اندرون ملک اور بیرون ملک حسن و خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

پیش نظر کتاب ”دوبند سے بریلی“ ایک اصلاحی کاوش ہے جس کا مقصد قلب و نظر کی تطہیر ہے..... اس کا اصل محرک افریقی ممالک میں دینی مسائل پر مسلمانوں میں باہمی آدیزش اور پیشکش ہے، جس کے دل آزار مناظر انہوں نے خود ملاحظہ فرمائے..... فاضل معتمد کو یہ دیکھ کر دکھ بھی ہوا اور حیرت بھی کہ اس لڑائی جھگڑے کی محور، سرکار رسالت مآب ﷺ کی ذات قدسی و مبارک ہے..... ہر مذہب والا اپنے اپنی اور قائد کی خوبیاں ہی خوبیاں بیان کرتا ہے لیکن بعض نام نہاد مسلمانوں کی یہ بد بختی ہے کہ ان کو حضور انور ﷺ کی شخصیت میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی، خامیاں ہی خامیاں نظر آتی ہیں..... کبھی کوئی خوبی نظر بھی آتی ہے تو وہ بھی خامیوں کی نذر ہو جاتی ہے..... فاضل معتمد نے ان حقائق کا اعتراف ”پیش نوشت“ میں کیا ہے۔ انہوں نے یہ بڑی دل لگی بات فرمائی۔

”نبی (ﷺ) سے اس کے امتی کا ناماسب سے الگ ہے، ہر دنیوی رشتے سے سوا ہے، یہ دماغ کا نہیں، دل کا معاملہ ہے۔“ (ص ۸)

بے شک دید مصطفیٰ (ﷺ) کے لئے دماغ نہیں، دل چاہئے اور وہ بھی دل صد پارہ... جس حسن جہاں تاب کا نظارہ دل و جان سے کرنا تھا، افسوس اس کا نظارہ دماغ سے کیا گیا، چشم سر سے کیا گیا، چشم دل سے نہ کیا گیا، اسی لئے نظر کچھ نہ آیا..... دیکھنے والا عقل کی ظلمتوں میں بھٹکتا رہا اور

بندہ پروردگار مت احمد نبی
دوستدارم چار یار تابع اولاد علی
مذہب حنفیہ دارم ملت حنفیہ خلیل
خاک پائے عیونیت ہم زیر سایہ ہر ولی

دوسروں کو بھی گمراہ کرتا رہا..... سچ تو یہ ہے کہ دماغ والوں اور دل والوں میں بڑا فرق ہے۔ اتنا ہی جتنا دل اور دماغ میں ہے۔

”پیش نوشت“ میں عرض مدعا کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔..... ابتداء میں فاضل مصنف نے یہ حدیث پیش کی ہے..... ”جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ)، کہا وہ جنت میں داخل ہوا۔“..... بے شک یہ حدیث پاک سچ و حق ہے مگر اس سے ہرگز یہ مقصد نہیں کہ صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے بلکہ عقیدہ توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ تمام تعلقات اور ضروریات کو دل میں پیوست کرنا بھی ضروری ہے..... ہمارے فکر و شعور پر اس کا چھا جانا بھی ضروری ہے..... فاضل مصنف کے خیال میں اصل چیز عقیدہ ہے اور ضروریات دین پر یقین..... یہی ایمان کی اساس ہے اور اسی پر نجات کا دار و مدار..... انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مولانا اثر فعلی تھانوی کے ایک فتویٰ تکفیر کا حوالہ دیا ہے۔ مولانا تھانوی کے خیال میں مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کے عقائد فاسد ہو گئے تھے اسی بنا پر انہوں نے ان دونوں حضرات کی تکفیر فرمائی۔ تو عقیدہ مقدم ہے، علم و عمل بعد کی چیزیں ہیں..... فاضل مصنف کے نزدیک علمائے دیوبند سے اہل سنت و جماعت کا اختلاف بھی عقائد سے متعلق ہے، گویا یہ اختلاف فرہادی نہیں بنیادی ہے..... انہوں نے علمائے دیوبند کے ایسے اقوال اور نگارشات کی نشاندہی کی ہے جن کی زد عقائد پر پڑتی ہے اور جن سے اختلاف کی سنگین نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے..... فاضل مصنف نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد مولانا اثر فعلی تھانوی کے افکار و خیالات پر ہے، ظاہر ہے اس صورت میں اہل سنت و جماعت کا علمائے دیوبند اور تبلیغی حضرات سے یکساں اختلاف ہے..... بلکہ فاضل مصنف نے یہ ثابت کر کے اپنے قاری کو حیرت میں ڈال دیا کہ وہ علمائے دیوبند جو تبلیغی جماعت کے حامی و ناصر تھے، اس کے سخت خلاف ہو گئے، چنانچہ انہوں نے یانی جماعت مولانا محمد الیاس کے جنم کے ساتھی مولوی عبد الرحیم شاہ صاحب دیوبندی اور مولانا محمد الیاس کے سالے مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کے مندرجہ ذیل تاثرات پیش کئے ہیں۔ مولانا عبد الرحیم شاہ صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ ”جو کام اہل علم کا ہے وہ ایسے لوگ انجام دینا چاہتے ہیں جو نہ صرف دین سے نا آشنا ہیں بلکہ اپنی سفالت و جہالت اور اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے معاشرے میں بھی کسی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے

جاتے۔“ (اصول دعوت و تبلیغ ص ۱۲)

۲۔ ”میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جماعت کا یہ تجزیہ مجبوراً، بادل ناخواستہ کر رہا ہوں اور دینی تقاضا اور ضرورت سمجھ کر کیوں کہ جب ان نابالغ مقتداؤں نے خطاب عام شروع کر دیئے، جن کی شرعاً ان کو اجازت نہیں اور انہوں نے اس کام کی افضلیت پر حد سے تجاوز کیا اور دوسرے دینی شعبوں کی کھلم کھلا تحقیف شروع کر دی اور ذمہ داروں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اب تک ان کو نہیں روکا یا دور کے نہیں تو ایسی صورت میں ذمہ داری کی بات ہے حقیقت حال واضح کی جائے خواہ کوئی مانے پانہ مانے۔“ (اصول دعوت و تبلیغ، ص ۵۲)

مندرجہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج و نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ تبلیغی جماعت کے مبلغین جاہل اور دین سے نا آشنا ہیں۔

۲۔ تبلیغی جماعت کے لوگ بدکردار ہیں، معاشرے میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔

۳۔ تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغین کو شرعاً خطاب کی اجازت نہیں۔

۴۔ تبلیغی حضرات تبلیغ پر جتنا زور دیتے ہیں وہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔

۵۔ تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات دوسرے دینی شعبوں کو کچھ نہیں سمجھتے یا کمتر سمجھتے ہیں۔

۶۔ علمائے دیوبند کی طرف سے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اپنے کئے سے باز نہیں آتے۔

ان نکات کی روشنی میں تبلیغی جماعت کی جو تصویر ابھر کر آتی ہے وہ آپ کے سامنے ہے،

تفصیل کی ضرورت نہیں..... عبدالرحیم شاہ کے علاوہ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی نے بھی تبلیغی

جماعت کے طرز عمل پر یہ اظہار خیال فرمایا ہے:

۱۔ ”نظام الدین (بستی) کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن و حدیث کی موافق ہے

اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے

مطابق ہے۔ جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے

قرآن و حدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں۔“ (زندگی کی صراط مستقیم۔

ضروری انتخاب)

۲۔ ”میری عقل و فہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاس صاحب کی حیات میں اصولوں

کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دنیا کا اہم کام کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے؟..... اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا..... میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ تبلیغی جماعت کی محنت قرآن و حدیث کے موافق نہیں۔

۲۔ تبلیغی جماعت کی محنت حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق بھی نہیں۔

۳۔ تبلیغی جماعت کا عمل ابتدائے میں بدعت حسنہ کہا جاسکتا تھا لیکن اب جب کہ اس میں بہت سی خلاف شرع باتیں داخل ہو گئی ہیں بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا یعنی بدعت سیدہ ہو گیا ہے۔

"چشمہ آفتاب" کو مرتب کرنے والے عالم قمر الدین مظاہری اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:-
"مولانا احتشام الحسن کاندھلوی اس تحریک کے بانیوں میں سے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں تبلیغی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہوئے اس کو گمراہی کی طرف دعوت دینے والی جماعت قرار دیا ہے۔" (چشمہ آفتاب، ص ۳)

غور فرمائیں جس جماعت کو "علمائے دیوبند گمراہی کی طرف دعوت دینے والی کہیں" وہ کیسی شدید گمراہی کی طرف لے جانے والی ہو سکتی ہے!..... راقم بھی تبلیغی جماعت کے بارے میں اپنے ذاتی تجربات، مشاہدات قلم بند کر رہا ہے جس سے مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے متذکرہ بالا فیصلے کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔

بہر حال علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت میں اختلاف کے باوجود دونوں فکری طور پر ہم آہنگ نظر آتے ہیں خصوصاً حضور انور ﷺ کے بارے میں علمائے دیوبند نے جو گستاخانہ عبارات تحریر کی ہیں تبلیغی حضرات ان کی تائید کرتے ہیں.....

فاضل مصنف کے نزدیک علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کے مبلغین کی مساعی اسلام اور شارع اسلام کے لئے ہرگز موثر اور مفید نہیں کیوں کہ دونوں حضور انور ﷺ کی خوبصورت و دل آویز شخصیت کو مسح کر کے پیش کرتے ہیں..... فاضل مصنف نے اس حقیقت کو تمثیلی انداز سے

سمجھانے کی کوشش کی ہے..... ذرا سوچیں ایک عالمی اجتماع میں سب ادیان والے جمع ہیں..... ایک ایک فاضل اپنے اپنے بانی مذہب کے محاسن بیان کرتا ہے..... پھر گستاخ رسول کی نوبت آتی ہے۔ وہ رسول کریم ﷺ کے معائب بیان کرتا ہے پھر ایک عاشق رسول اٹھ کر آپ کے وہ وہ محامد و محاسن بیان کرتا ہے کہ ہر مذہب والا حیران رہ جاتا ہے..... گستاخ رسول کی باتوں نے کسی پر کچھ اثر نہ کیا مگر عاشق رسول نے میدان جیت لیا..... اس تمثیل سے فاضل مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر دنیا کے سامنے حضور انور ﷺ کی شخصیت کو اس بھوٹے انداز سے پیش کیا جائے جس طرح گستاخان رسول پیش کرتے ہیں تو نہ دین اسلام پھیل سکتا ہے اور نہ مسلمانوں میں دین کی وہ حرارت باقی رہ سکتی ہے جو مقصود و مطلوب قرآن و حدیث ہے..... فاضل مصنف کے خیال میں ہماری جملہ پریشانیوں اور تباہیوں کا اصل سبب دلوں سے حضور انور ﷺ کی محبت و تعظیم کا نکل جانا ہے..... بلاشبہ یہ سچ اور حق ہے۔

ع۔ یہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست

علمائے دیوبند اور علمائے اہل سنت و جماعت کے اختلافات کا ذکر کرنے کے بعد فاضل مصنف سوال کرتے ہیں کہ آخر یہ جھگڑا ختم کیسے ہو؟..... ضرور ختم ہونا چاہئے، لڑتے لڑتے برسوں ہو گئے..... اس کا آسان حل یہی ہے کہ جن لوگوں نے گستاخیاں کی ہیں ان کو کافر سمجھتے ہوئے ان سے الگ ہو کر ہم سب مسلمانین کے نقش قدم پر متحد و متعلق ہو جائیں..... یہ کوئی مشکل نہیں، ناموس مصطفیٰ کے لئے سب کچھ قربان کر دینا چاہئے..... لیکن ہزار کوششوں کے باوجود ایسا نہیں ہوتا..... کیوں؟.....

فاضل مصنف نے اس کی وجوہات بتاتے ہوئے ماضی کا سرسری جائزہ لیا ہے..... جو یہود و نصاریٰ، حضور انور ﷺ سے خفا تھے، وہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے، سارا کیا کر لیا انہیں کا ہے..... انہیں میں ایک یہودی عالم عبد اللہ بن سبا تھا جو (بظاہر) مسلمان ہو گیا تھا مگر اس نے وہ وہ کام کئے جو کوئی کافر و مشرک بھی نہیں کر سکتا..... منافقین خولہ اس دور کے ہوں یا اس دور کے سب کا رشتہ فکر انہیں باغیوں سے ملتا ہے جو ناموس مصطفیٰ کے دشمن ہیں۔

فاضل مصنف کے نزدیک ان باغیوں، سرکشوں، گستاخوں کی نشاندہی رکارڈ عالم ﷺ نے

پہلے ہی فرمادی..... حدیث مبارک کو غور سے پڑھیں، اپنے چاروں طرف دیکھیں، اپنے طرز عمل اور لکھ و خیال کا جائزہ لیں اور دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر چلائے۔

سنئے.....

حضور اکرم ﷺ لشکر اسلام میں مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص حر توں بن زہیر جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا، کہنے لگا:-

”یا رسول اللہ آپ نے عدل نہیں کیا“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس گستاخ و بے ادب کی گردن مارنے کی اجازت چاہی، سرکارِ دو عالم ﷺ نے اجازت نہ دی اور ذوالخویصرہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

”میں اللہ کا نبی ہوں، اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اس روئے زمین پر مجھ سے بڑھ کر عدل کرنے والا کون ہو گا؟“

آپ نے غور فرمایا، حضور انور ﷺ سے صحابہ کرام کس بے تکلفی سے دل کی بات کہہ دیا کرتے تھے مگر جب وہ بے تکلفی، گستاخی و بے ادبی تک پہنچی تو پھر وہ صحابی، صحابی نہ رہا، گستاخ رسول و بے ادب ہو گیا، جس کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی گردن مادی جائے..... پھر یہ بھی غور فرمائیں، حضور اکرم ﷺ نے ذوالخویصرہ کی کڑوی بات کو کس خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا اور اس کو اس کڑوی بات کا نہایت میٹھا جواب عنایت فرمایا..... لیکن اس کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ کی نگاہ مبارک مستقبل کا ایک ایک پر وہ اٹھا کر ہم کو خبردار کرتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ حضور انور ﷺ کو (معاذ اللہ) دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، وہ دیکھے کہ آپ کی نظر کہاں تک دیکھ رہی ہے..... سنئے..... آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب ہو کر فرمایا:-

”یہ ابھی زندہ رہے گا، اس کی نسل سے لوگ نکلتے رہیں گے۔“

پھر ذوالخویصرہ کی نسل کی نشانیاں بیان فرمائیں، ان نشانیوں کو ذرا غور سے پڑھیں اور پھر دیکھیں کہ یہ کہاں کہاں پائی جاتی ہیں، ایسے لوگوں سے خود بچیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بچائیں..... اب یہ نشانیاں ملاحظہ فرمائیں:-

۱۔ یہ لوگ سردوں پر ہال نہیں رکھیں گے (یعنی سر منڈا داتے رہیں گے)۔

۲۔ پاجاموں اور شلواردوں کے پانچے ٹخنوں سے بہت اونچے رکھیں گے۔

۳۔ لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے کہ دوسرے لوگ ان کی نمازوں کو دیکھ کر اپنی نمازوں کو حقیر سمجھیں گے۔

۴۔ یہ قرآنِ عہدگی سے پڑھیں گے مگر قرآن ان کی زبان پر ہو گا ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

۵۔ زبانیں شکر جیسی میٹھی ہوں گی مگر دل بھڑپوں سے زیادہ سخت اور بڑے ہوں گے۔

۶۔ صورت شکل سے بڑے نیک معلوم ہوں گے مگر دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح تیر اپنے شکار سے نکل جاتا ہے۔

۷۔ یہ لوگ خود بڑے ہوں گے اور بڑائی ہی پھیلائیں گے۔

آپ نے یہ نشانیاں ملاحظہ فرمائیں، جو مخبر صادق حضرت محمد ﷺ نے چودہ سو برس پہلے ارشاد فرمائیں..... اہل سنت و جماعت سے کتنے والے ہر فرستے میں آپ ان نشانیوں میں سے کوئی نہ کوئی نشانی ضرور پائیں گے..... پھر ایک نشانی اور ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جس کی نشاندہی فرمائی ہے اور وہ یہ کہ ایسی قرآنی آیات جو بتوں اور کفار و مشرکین سے متعلق ہیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کیا جائے گا تو ایسے آیات انہیں کے لئے اتری ہیں، ایسے لوگوں کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدترین خلاق قرار دیا ہے۔ سنئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

”خلاق اثمی میں سب سے بڑے وہ لوگ ہیں جو کافروں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔“

اس معیار کو سامنے رکھ کر باطل فرقوں کا پہچانا آسان ہو جائے گا۔ جمعۃ المبارک کے خطبات اور عام تقریروں میں بعض حضرات یہی کرتے ہیں اور ان کو نہیں معلوم کہ وہ اپنے اس عمل سے بدترین خلاق میں شمار کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

دور جدید کے مسلمان نوجوان اختلائی کشاکش سے کچھ گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہم کدھر جائیں؟..... جو کچھ عرض کیا اس کی روشنی میں منزل کا تعین کرنا آسان ہو جائے گا..... فاضل مصنف نے خوب فرمایا کہ ہم ادھر جائیں جدھر محبت ہی محبت ہو..... سرکارِ دو

عالم ﷺ سے محبت، اہل بیت اطہار سے محبت، ازواجِ مطہرات سے محبت، صحابہ کرام سے محبت،

تابعین سے محبت، تبع تابعین سے محبت، محدثین و فقہاء سے محبت، اہل اللہ سے محبت، علمائے حق اور مشائخ کرام سے محبت،..... غرض جس راہ میں محبت کے پھول بکھرے ہوں، اسی راہ پر چلیں اور اس راہ سے بچیں جہاں خار ہوں، کانٹے ہی کانٹے ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے دلوں کو محبت سے آباد رکھے اور اپنے حبیب ﷺ کی ایسی محبت عطا فرمائے جس کے آگے دنیا کی ساری محبتیں بچ ہو جائیں۔ آمین، بجا سید المرسلین رحمۃ اللہ علیہ وآلہ وازواجہ و اصحابہ وسلم۔

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے
آمین!

۲۱ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

۲۳ جون ۱۹۹۲ء

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

اللَّهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پیش نوشت

سچ عرض کروں، دینی، روحانی اور علمی معاملات میں میری حیثیت ایک طالب علم کی ہے۔ حرف و لفظ کی یہ جو تھوڑی بہت پہچان اور انہیں برتنے کا جو کچھ سلیقہ آیا ہے، وہ بیش تر اپنے ماحول کے سبب سے ہے اور والدین کریمین، دادا حضور، نانی اماں اور اساتذہ و مشائخ کی بدولت ہے۔ ان محترم و معزز ہستیوں نے زندگی کے ہر مرحلے پر میرے شعور کی رہ نمائی کی ہے۔ بچپن ہی سے کتاب و قلم، مدرسہ و مکتب، دینی و روحانی مساجد و مشاہدہ سے کسی نہ کسی طور واسطہ رہا۔ زندگی کی تین دہائیاں گزر چکی ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ آگے سندھروں کا سفر ہے اور کشتی حیات بہت ناپائیدار، بڑی بے اعتبار ہے تاہم ایک یقین ہے کہ کچھ اپنی طلب و جستجو اور ذوق و شوق، کچھ اپنے بزرگوں کی لطف و عنایت اور رفیقوں کی دعائیں زاور اور ہیں تو انشاء اللہ سرخ روئی ہی نصیب ہوگی۔

پہلے بھی یہ احساس بہت آزار پہنچاتا تھا، گزشتہ دنوں افریقی ممالک جانے کا اتفاق ہوا تو شدت اور بڑھ گئی۔ اپنے وطن اور وطن سے دور اسلام کے پیروان کار میں یہ بوجھیں خوب دیکھی کہ یہ اپنے ہی گریباں کے درپے ہیں۔ کسی اور پر کیا انگلی اٹھائیے، مدینے کے یہ (نام نہاد) رہ رو، راستی اور راست بازی کے (دعوے دار) مبلغ، امن و سلامتی کے (بزع عم خود) علم بردار، خود اپنے زبان و قلم اور عمل و کردار سے اپنی ملت و جمعیت، اپنے محراب و منبر کو رسوا کر رہے ہیں۔ یہ ایسے بیان کرتے ہوئے دل خون ہوتا ہے کہ ہم اپنی توانائیاں اسی چپقلش اور باہمی کشیدگی میں صرف کر رہے ہیں۔ کیا ستم ہے کہ نزاع و اختلاف بھی اپنے مرکز و محور سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بغیر دین

اسلام کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ رسول ہی کی عظیم و جلیل ہستی کی تفسیر و تعبیر، تشریح و توصیف میں اختلاف ہے۔ میرا رسول، (ﷺ) میرا ایمان ہے کہ آئینے کے مانند ہے۔ وہ رحمت عالم، نور مجسم، شفیع معظم ہے (ﷺ)۔ اس نے درندوں سے بدتر انسانوں کو آدمیت کا شرف بخشا، اس نے اپنے خلق عظیم سے نفرتوں کو محبت میں تبدیل کر دیا۔ اس مقدس و مطہر رسول اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت نے صحراؤں میں جانوروں کے پیچھے چلنے والوں کو آنے والی نسلوں کا پیشوا بنایا۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھے دنیا بھر میں کسی اور دین و مذہب کا ماننے والا ایسا نہیں ملا جس نے اپنے دین کے بانی کے لئے اتنی متضاد و مختلف باتیں کی ہوں، ایسی باتیں جو بے ادبی، گستاخی اور دریدہ دہنی کے ذیل میں آتی ہیں۔ شاید کبھی کسی دوسری ملت کے لوگوں نے یہ وتیرہ روانہ رکھا ہو جو ہم محسن کش اپنے رہ بر کامل، محسن اعظم ﷺ کے لئے روار کھتے ہیں۔

یہ بات بڑی ناقابل فہم ہے کہ اپنے نبی، ختمی مرتبت ﷺ کی ذات والا صفات کو تنقید و تنقیص کا ہدف بنانے والے اپنے فکر و عقیدہ میں اگر اتنے ہی پختہ ہیں، انہیں معبود حقیقی اللہ سبحانہ کا عظیم الشان رسول (ﷺ) چہ نہیں اور اس کے خصائص و کمالات، تعظیم و توقیر گوارا نہیں تو ایسے نبی پر ایمان اور اس کی پیروی پر انہیں اصرار کیوں ہے؟ اللہ سبحانہ کے نبی پر ایمان اور ان کی گفتار و کردار کی اتباع کے لئے ہم اپنے وضع کردہ، خود ساختہ طریقوں اور قاعدوں کے نہیں، کتاب و سنت کے پابند ہیں۔ نبی سے ہمارا تعلق، کسی فلسفی، مفکر، استاد، حاکم و محکوم، بادشاہ رعایا، فاتح اور مفتوح اور آقا اور غلام کا (جبری) نہیں، ایک رہبر اور رہرو، ایک نبی اور امت کا ہے اور سب سے بڑھ کے، یہ تعلق محبوب و محبت کا ہے۔ عشق ہی رسول اللہ ﷺ سے ہمارے تعلق کی اساس ہے۔ وہ ہمارے آقا ہیں اور ہماری غلامی کوئی نیچی ہوئی یا خریدی ہوئی غلامی نہیں، خود اختیاری ہے۔ یہ نسبت تو عشق کی ہے، یوں وہ ہمارے فاتح بھی

ہیں، ہمارے حاکم بھی، ہمارے بادشاہ بھی، ہمارے استاد اعلیٰ بھی۔ مومن کا ایمان، مومن کو عشق اور تعظیم کا درس دیتا ہے اور عشق کی بات ہے تو اپنے حبیب کی طرف انگلی اٹھانا تو کجا، نگاہ اٹھانا بھی تو ہین کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ تو سربہ سر نیاز کیشی اور نیاز مندی کا معاملہ ہے جناب! صاحبو! جو ہمارا کیا، خود اللہ کا محبوب ہو اس کا تو مقام ہی کچھ اور ہے، اس مقام کا کیا ٹھکانا! -

عشق سے ہو جائے ممکن ہے دگر نہ عقل سے
کیا مقام مصطفیٰ ہے، فیصلہ دشوار ہے

لوگ کہتے ہیں ”انہیں کہنے دو، ان کے جوجی میں آئے، ہرزہ سرائی کرنے دو، خاموش رہو اور اتحاد کی بات کرو۔ جو ہو رہا ہے، اسے ایسا ہی رہنے دو، انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے اور یہ سولہ حضرات ابھی برویت ہلال ہی پر جھک رہے ہیں۔“ لوگ کہتے ہیں ”جدت کی بات کرو، دین کو کچھ ماڈرن کرو، نئے ساز لاؤ، پرانے راگ، پرانے طور طریق بدلو، زمانہ تیزی اور تیز رفتاری کا ہے، یہ کہاں کے مسائل، کہاں کے اختلافات سے بے نیٹھے۔“ بے شک، وقت بہت بدل گیا ہے لیکن ایسا بھی نہیں بدلا کہ انسان، انسان سے بے نیاز ہو گیا ہو اور غیرت، حمیت، خودی وانا کی آگ انسان میں سرد ہو چکی ہو۔ یہ نوبہ نواشیہ کا اضافہ، فلک بوس شہروں کی تعمیر، مشین کی سر بلندی اور ٹیکنالوجی کی برتری، یہ چمک دمک بہت حیران کن ہے۔ آدمی بہت کچھ بہک، بہت کچھ بھٹک گیا ہے۔ اس کی آنکھیں نئی روشنیوں کی تاب ناکیوں سے خیرہ ہیں، مگر کیا انسان بھی بدل گیا ہے؟ اس نے کیا سر کے بل چلنا شروع کر دیا ہے؟ اپنے حبیب پاک ﷺ کے بارے میں گم کردہ راہ ملاؤں کی موشگافیاں اور ریشہ دوانیاں سن کے غیرت کا لفظ بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ کچھ یہی بیانات ان حضرات سے ان کے اجداد، خاندانی روایات اور رسم و رواج کے بارے میں صادر کئے جائیں تو یہ آمادہ پیکار ہو جائیں۔ کوئی کسی کے

رفیق جاں کو برا بھلا کہے تو مذکور کسی مفتی کے پاس فتوے اور قاضی کے پاس قانون پوچھنے نہیں جاتا، خود خنجر اٹھاتا ہے اور اس گستاخ، دریدہ دہن سے ذرا سی رو رعایت نہیں کرتا۔ یہ تو عام رشتوں ناتوں، خونی اور سماجی رشتوں ناتوں کا معاملہ ہے، پر جہاں بات نبی کی ہو اور نبیوں کے نبی ﷺ کی، وہاں تو صورت ہی دگر ہوتی ہے۔ نبی سے اس کے امتی کا نا تناسب ہے الگ، ہر دنیوی رشتے سے سوا ہے۔ یہ دماغ کا نہیں، دل کا معاملہ ہے۔ یہ روح کا، روحانیت کا، سچ، سلامتی اور عشق کا رشتہ ہے۔ نبی کا کوئی جاں نثار جاں سپار اپنے محبوب کے بارے میں ان نازیبا کلمات پر کس طرح خاموش بیٹھا رہ سکتا ہے؟ یہ سب سے بڑی دل آزاری ہے۔ نادہندوں، ناسپاس گزاروں کے ستم کا یہ طور عرصے سے جاری ہے اور اب کچھ زیادہ ہی شدید ہو گیا ہے۔

یہ اختلاف برائے اختلاف والی بات نہیں، مختلف ہونا جدا بات ہے، مخالف ہونا جدا۔ ان ستم ظریفوں، مخالفوں کے تمام اعتراضات و اختلافات کی بنیاد ان کی خام عقل ہے۔ انسانی عقل کی بساط ہی کتنی ہے! شاعر مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے

انسانی عقل نے امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت کمالات کئے ہیں۔ انسانی عقل کی کرشمہ کاری سے آج انسان پرندوں کے مانند آسمانوں میں پرواز کر رہا ہے، انسان نے خود کو پر لگا دیئے ہیں۔ انسان نے اپنے جیسے لوہے کے (گویا) انسان بنائے ہیں جو اس سے زیادہ محنت و مشقت، سرگرمی و مستعدی سے کام کرتے ہیں۔ انسان کی آواز اب اتنی بلند ہو گئی ہے کہ قطب شمالی سے کوئی پکارے تو قطب جنوبی تک سنی جائے..... اور فاصلے، انسان کا سب سے محیر العقول کارنامہ، فاصلوں کا سٹاؤ ہے۔ انسان نے شرقاً،

غرباً، شمالاً، جنوباً، دنیا کو مختصر کر دیا ہے۔ وہ ناشتہ مشرق میں کرتا ہے تو ظہرانہ مغرب میں، مگر انسان اتنی قوت و قدرت کے بعد بھی کیسا بے بس اور بے کس ہے، کیسا محدود اور حقیر۔ اس نے دنیا کو دباؤں سے پاک کر دیا ہے، مگر وہ موت سے بچنے پر قادر نہیں، اس نے فطرت کو مسخر کیا ہے مگر وہ آندھیوں، طوفانوں اور آتش فشانوں کی مزاحمت سے قاصر ہے۔ انسانی عقل آج تک یہ عقدہ حل نہ کر سکی کہ ایک آدمی کے انگوٹھے کا نقش، دوسرے آدمی کے مطابق کیوں نہیں ہے۔ یہ تو چھوٹی سی بات ہے، سب سے بڑی حیرت تو خود یہ کائنات ہے۔ یہ زمین آسمان، چاند تارے، یہ دریا، سمندر، سیارگان، صبح و شام کا یہ سحر، موسموں کی یہ نیرنگیاں اور یہ قوس قزح، رنگوں کی کیمکشاں، یہ سیلاب رنگ و نور، یہ سب کیا ہے، کیوں ہے اور کس کے لئے ہے.....

موت و ذریت اور یہ کائناتی نظام انسانی عقل کی دست رس سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شک انسان کو عقل دی ہے مگر بے حد و حساب نہیں۔ جنہوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا وہ اپنے جتنے چلے گئے۔ آنکھ اتنا ہی دیکھ سکتی ہے جتنا اس کے اختیار میں ہے۔ دماغ اتنا ہی سوچ سکتا ہے جس کا یہ متحمل ہے، اس سے آگے شریا نہیں پھٹ جاتی ہیں۔ عقل منزل نہیں ہے۔ منزل ہوتی تو انسانوں کی ہزار ہا نسلیں گزر چکی ہیں، انسان کسی منزل پر پہنچ گیا ہوتا۔ عقل، راستہ ہو سکتی ہے، منزل نہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

شاید اسے عشق بھی نہ سمجھے
جس کرب میں عقل مبتلا ہے

عقل کے لئے کرب لازم ہے کہ عقل نہایت کم مایہ ہے، یہ تو ساتویں در کے بعد ہانپنے لگتی ہے۔ عشق بجائے خود منزل ہے۔ عشق انسان کی فضیلت ہے اور کائنات عاشق کے آگے کسی سراب کے مانند ہے۔ عاشق خود ایک کائنات ہے۔ عشق حقیقت ہے یہی منزل اور یہی آب حیات و بقائے دوام۔ عقل ابتداء ہے، عشق انتہا۔ عقل کیت

ہے، عشق کیفیت۔ عقل آدمی کا وصف ہے، عشق آدمی کا وصف ہے۔ عقل شک ہے، عشق یقین۔ الغرض عقل کہیں انکار ہے کہیں اقرار ہے تو عشق محض اقرار۔ عقل خواب ہے تو عشق تعبیر۔ عقل سراب ہے تو عشق حقیقت۔ (عقل سے مراد گستاخی، بہتان، الزام اور دشنام نہیں)۔ عشق کا درجہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے۔ روایت ہے کہ ”ان کی روح عالم ارواح میں ستر ہزار برس پرواز کرتی ہے اور یہی کہتی ہے کہ شان مصطفیٰ ﷺ کی حد معلوم نہیں ہو سکتی۔“

ہم دیوانے شہریار، شہر مدینہ کو عقل سے نہیں، عشق سے جانتے پہچانتے ہیں۔ ایمان، عشق ہے۔ اعتراضات و اختلافات عقل کی کارستانی ہیں، عشق کا یہ طور نہیں۔ عشق تو سربہ سر تسلیم و رضا ہے۔ عشق سوچتا نہیں، دیکھتا ہے۔ اپنے محبوب کا جلوہ، اپنے حبیب کا جمال۔ وہ تو حکم سنتا ہے اور سر جھکاتا ہے، اسے تو اپنے حبیب کی ہر ادا بھاتی ہے، وہ تو حبیب کے وجود کا حصہ ہے، اس کا سایہ اور اس کا پر تو.....

ہمارا رسول ﷺ اللہ سبحانہ کی طرف سے زمین پر بھیجا گیا آخری تاج دار ہے۔ وہ انسانوں کا، فرشتوں کا، جنوں کا، حور و غلاماں کا رسول ہے۔ وہ شجر و حجر، ذروں، قندروں، پتوں، کوہ و دامن، آب و گل کا رسول ہے۔ اس پر خود خالق حقیقی درود و سلام بھیجتا ہے، اس کی زلفوں اور چہرے کی قسم یاد فرماتا ہے، اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت، اس کی بیعت کو اپنی بیعت فرماتا ہے۔ اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ، اس کی پیروی کو اپنی رضا قرار دیتا ہے۔ اس کے غلاموں کو جنت کی بشارت عطا فرماتا ہے اور منکروں کو دوزخ کے آلام سے متنبہ کرتا ہے۔

دیوبند سے بریلی، اندھیرے سے اجالے تک اور عقل خام سے عشق صادق تک ایک سفر کی روداد ہے۔ بریلی کا امتیاز، عشق رسول (ﷺ) ہے کہ یہی جان ایمان ہے، وہ کہتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا
دیوبند کا شمار، بے مہار عقل ہے۔ ان کا فرمودہ ہے کہ ”جیسا یا جتنا علم غیب، رسول اللہ (ﷺ) کو حاصل ہے ویسا جانوروں کو بھی ہے۔ (معاذ اللہ)

موازنہ و مقابلہ وہ کریں جنہیں خرد سے غرض ہے۔ اس خاک پائے آل رسول کا پیغام تو دعوت عشق ہے۔ عقل کا پیانا، جاہل اور عالم کی برابری گوارا نہیں کرتا تو نبی اور امتی کی برابری کیسے قبول کر لی جائے۔ امتی بھی بشر، نبی بھی بشر مگر یہ نبی (ﷺ) ایسا بشر ہے کہ بے مثل و بے مثال ہے۔ وہ سب سے یکتا یگانہ ہے۔ کوئی نہ اس کا ہم پلہ، کوئی نہ اس کا ہم مرتبہ۔ میرے نبی (ﷺ) کے بارے میں ارشاد ربانی ہے ”یہ اپنی خواہش سے لب بھی نہیں ہلاتا، اس کے ہونٹ تبھی حرکت میں آتے ہیں جب ہماری وحی ہوتی ہے۔“ وہ نبی (ﷺ) اپنی زبان حق ترجمان سے خود کہتا ہے ”میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔“ (لست مثلكم)

میں ان صاحبان عقل و ہوش سے سوال گزار ہوں کہ اگر برابری پر اصرار ہے تو ہمارے ہمارے طریق ہوں۔ اس سزا و کنایہ سے مراد بشریت میں برابری ہی ہے تو رسالت کا انکار بھی کیا جائے کیوں کہ وحی ربانی کے لئے تمام خصائص، کمالات اور امتیاز و شرف ہر بشر کا خاصہ نہیں۔ یوں بے شمار عقلی توجہیں کی جاسکتی ہیں۔ اس ارشاد کی حقیقت یہ ہے کہ (نبوت کے کمالات نبی کی خصوصیات دیکھ سن کر) عیسائیوں کی طرح نبی کو خدا نہ سمجھ لینا، نبی کا ظہور بھی لباس بشر میں ہوا ہے، نبی ہر گز خدا نہیں۔

میں ان صاحبان عقل و ہوش سے سوال گزار ہوں کہ اگر برابری پر اصرار ہے تو بشریت مصطفیٰ کی کوئی ایک جھلک ہی اپنے اندر دکھلا دو۔ رسول اکرم ﷺ کی برابری کا دعویٰ، رسول کو محض بشر کہنا میرے مسلک میں بے ادبی اور کفر ہے۔ اور قرآن بتاتا

اللَّهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رحمت عالم، نور مجسم، شفیع معظم حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ”جس شخص نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“ یہ ارشاد مبارک بالکل صحیح ہے کیوں کہ اسے رسول کریم ﷺ کی زبان حق ترجمان نے ادا کیا۔

اس زبان پر کسی شبہ کا گمان تک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ وہی زبان ہے جس نے انسانیت کو معبود حقیقی اللہ تعالیٰ کی پہچان عطا کی۔ یہ ارشاد مبارک عام دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو وہ دین اسلام کا پابند ہو جاتا ہے۔ اس کلمہ پر مکمل یقین اور اس کی ہر طرح پابندی اس شخص پر لازم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کلمے کو پڑھ کر ضروریات دین میں سے کسی ایک قطعی بات کا بھی انکار کر دے تو خاص دلیل کی وجہ سے وہ شخص اس عام دلیل سے خارج ہو جائے گا کیوں کہ مومن ہونے کے لئے تمام ضروریات دین کو بہ تمام کمال ماننا ضروری ہے اور دین کی کسی ایک قطعی بات کا انکار بھی کفر (کے لئے کافی) ہے۔

جس طرح کہ قادیانی مرزائی احمدی لوگوں نے صرف ختم نبوت کا انکار کیا اور ایمان سے خارج ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ ختم نبوت یعنی حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی ماننا یہ عقیدہ ہے، عمل نہیں اور ایمان دراصل صحیح اور ضروری عقائد کو ماننے کا نام ہے۔ جس کے عقیدے صحیح نہ ہوں وہ کلمہ طیبہ پڑھنے اور نماز روزے کے باوجود اپنے ایمانی دعوے میں سچا نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو کچھ قبائل صرف زکوٰۃ کے منکر ہو گئے حالانکہ وہ نماز روزے کے منکر نہیں تھے مگر خلیفہ

ہے کہ نبی کو اپنے مثل بشر کہنا کافروں کا طریقہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اہل ایمان کے لئے کہیں ایسا کوئی فرمان نہیں کہ نبی کو اپنے جیسا بشر کہا جائے بلکہ قرآن میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو نبی (ﷺ) کو ہرگز اس طرح نہ پکارو۔

بہت عرصے سے میں اس قرض کا بوجھ سینے پر محسوس کر رہا تھا۔ آج اس کی ادائیگی سے خود کو کچھ سبک محسوس کرتا ہوں۔ ہر چند ابھی بہت کچھ باقی ہے، جانے کتنے گوشے ابھی تشنہ رہ گئے ہیں، اسے قسط اول جانے، باقی بشرط زندگی انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سہی۔

میں نے کوشش کی ہے کہ عقل و خرد کے دعوے داروں کو انہی کی زبان میں جواب دیا جائے۔ دلائل و براہین، منطق و استدلال کی زبان میں۔ گو، میرے نزدیک تمام سوالوں کا جواب ایک ہی ہے، اور وہ ہے عشق

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ (ﷺ)

لیکن یہ سرمستی کی بات ہے ظاہر بیوقوف کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

کتابچے کے مطالعے کے بعد کوئی پہلو وضاحت طلب ہو تو اس فقیر کا دروازہ کھلا ہے۔ ہر کتاب کا حوالہ درج ہے اور ہر حوالے کی سند موجود ہے۔ یہ کتابیں عام ہیں۔ کسی پر بہتان یا کذب باندھنا، مومن کا قرینہ نہیں۔ ایک روز ہم سب کو میزان پر پہنچنا ہے۔ اس دن کا خیال پیش نظر رکھئے گا تو فیملہ عدل و انصاف پر مبنی ہو گا ورنہ قبر کی منزل کیا دور ہے.....

کو کب نورانی را احمد (ﷺ) شفیع

(اکاڑوی غفرلہ)

زیادہ ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے اس لئے کہ مسلمانوں میں کتنے ہی گروہ ہیں اور ہر گروہ کتاب و سنت سے اپنے بارے میں صحیح ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے مخالف کو غلط کہتا ہے۔ ہر گروہ کے علماء داڑھی رکھے ہوئے ہیں، نماز روزے کے پابند ہیں، سب ہی قرآن و حدیث پڑھتے ہیں، بڑے علم والے ہیں اور اپنے موقف کے لئے اپنی دانست کے مطابق خوب دلائل پیش کرتے ہیں۔ ہم سننے پڑھنے والے کس کو درست سمجھیں اور کس کو غلط سمجھیں؟ چنانچہ اس کشاکش کی وجہ سے انہوں نے مولویوں کو سننا اور مسجدوں میں جانا ہی چھوڑ دیا۔

اس کے جواب میں نہایت دیانت اور خوف الہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عام مولویوں کی اس تضاد بیانی سے لوگوں کو واقعی بہت پریشانی ہے۔ تمام لوگ دینی علوم سے پوری طرح آگاہ نہیں اس لئے وہ سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط کو نہیں پہچان پاتے اور حقیقت احوال سے بے خبر ہونے کی وجہ سے انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کی کوتاہی ہے کہ وہ دنیا بھر کی دوسری باتوں اور علوم و فنون کے ساتھ ساتھ توجہ اور دلچسپی سے دینی علوم و معارف حاصل نہیں کرتے اور وہ مولوی کہلانے والے حضرات جو لوگوں تک حق بات نہیں پہنچاتے وہ اپنی دینی ذمہ داری اور شخصی فرائض کو دیانت و صداقت سے پوری طرح ادا نہیں کرتے، وہ شاید یہ بھول چکے ہیں کہ ہم سب کو ایک دن اس فانی دنیا سے رخصت ہو کر قبر کی اندمیری کو ٹھری میں جانا ہے اور میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر اس کے سامنے اپنے عقائد و اعمال کے لئے جواب دہ ہونا ہے۔ وہ شاید یہ بھی بھول چکے ہیں کہ عوام کے سامنے جھوٹ اور غلط بات کو دھوکے سے سچ بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھوٹ کو سچ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ غلط عقائد و اعمال کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے وہ لوگ دوسروں کی نسبت دوزخ اور

دور رہے۔ بدنامی، بار صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ دین اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی قطعی و ضروری اسلامی عقائد کا انکار کرے اور توبہ نہ کرے تو اسے شرعی اصطلاح میں مرتد کہا جاتا ہے اور اس کی سزا شریعت میں قتل ہے۔ یہ اصول ہے کہ قانون کا منکر، غدار اور باغی کہلاتا ہے اور دنیا کے بھی ہر قانون میں غدار کی سزا قتل ہے۔

آج کل کے دور میں بہت لوگ ایمان و اسلام کے خود ساختہ ٹھیکے دار بنے ہوئے ہیں جب کہ ان کے عقائد ہر گز درست نہیں ہیں حالاں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور نماز روزے کے پابند نظر آتے ہیں۔ کتاب و سنت کا جاننے والا ہر شخص بخوبی واقف ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کلمہ و نماز پڑھنے والے بہت سے لوگوں کا نام پکار کر انہیں مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ ان لوگوں کو قرآن و حدیث میں منافق کہا گیا ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ”وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قیامت کو مانتے ہیں وہ لوگ ہر گز مومن نہیں ہیں۔ اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی کہ ان لوگوں کے دل میں بیماری ہے۔“ (سورہ بقرہ آیت ۸)

یقیناً وہ بیماری اختلاجِ یاد کی دھڑکن کی غلط حالت کی نہیں تھی بلکہ وہ بیماری یہ تھی کہ ان لوگوں کے قلبی نظریات یعنی عقیدے درست نہیں تھے۔ ہر چند کہ وہ لوگ کلمہ گو اور نمازی تھے مگر فرمان الہی یہی ہے کہ وہ مومن نہیں۔ دل میں بیماری کہنے سے مراد یہ ہے کہ ایمان انسان کے دل میں ہوتا ہے، یوں کافر کا کفر اور منافق کا نفاق بھی دل میں نقش ہے، یعنی عقیدہ دل کے پختہ نظریے کا نام ہے اور آیات الہی صاف بتا رہی ہیں کہ جس کا عقیدہ درست نہیں وہ نماز روزے کا کتنا ہی پابند کیوں نہ ہو، وہ ہر گز مومن نہیں ہو سکتا۔

پڑھنے سننے والے حضرات و خواتین خاص طور پر نوجوان نسل اس مرحلے پر بہت

عذاب الہی کے زیادہ مستحق ٹھہریں گے۔

یہ اصول انہیں نہیں بھولنا چاہئے کہ جس طرح کسی نیکی کے بتانے والے کو اس نیکی کی پیروی کرنے والوں کی نیکیوں کے مجموعے کے برابر ثواب ملتا ہے اسی طرح کسی برائی اور غلط بات کے بتانے اور سکھانے والوں کو اس برائی اور غلط بات کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں کی برائیوں کے مجموعے کے برابر گناہ اور عذاب ہوتا ہے۔ ہر وہ شخص جسے ہر لمحے خوف الہی کا خیال رہتا ہے اور موت یاد رہتی ہے وہ ہر غلطی و برائی سے بچتا ہے، اگر نادانی یا کسی اور وجہ سے اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ بہت برا ہے۔ بلاشبہ دانا وہی ہے، خوف الہی جس کے دامن گیر رہتا ہے۔ (راس الحکمة مخافة الله)

قارئین کرام! قرآن مجید میں ارشاد الہی ہے کہ قرآن انہی لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نافرمانی نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو متقی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ ”قرآن سے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔“ اس ارشاد میں گمراہ ہونے والوں کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر قرآن پڑھنے والا ہدایت یافتہ نہیں۔ اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ قرآن لوگوں کو گمراہ کرتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ قرآن کے الفاظ و معانی کو ان کے اصل مفہوم کے مطابق نہیں سمجھتے بلکہ اپنی ذاتی رائے کو اہم سمجھتے ہوئے اپنے ناقص علم کی بنیاد پر قرآن کے مفہوم کو بدل دیتے ہیں اور اپنے لئے تباہی و بربادی کی راہیں ہموار کرتے ہیں۔ چنانچہ تبلیغی نصاب (جس کا نام بدل کر فضائل اعمال رکھ دیا گیا ہے) مرتبہ شیخ محمد زکریا صاحب کے، حصہ ”فضائل قرآن“ میں یہ حدیث شریف موجود ہے، وہ لکھتے ہیں ”حضرت عمر حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے

ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔“ اس حدیث کو (جو مسلم شریف میں ہے) نقل کر کے محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ ”کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے“ ایک جگہ ارشاد ہے یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا۔ حق تعالیٰ شانہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے، وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنین ولا یزید الظالمین الا خسارا۔ اور ہم نے نازل کیا قرآن کو جو شفا اور رحمت ہے ماننے والوں کے لئے اور ظالموں کے لئے یہ خسارے اور نقصان کا زیادہ کرنے والا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ اس امت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے۔ بعض مشائخ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ بندہ سورت کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو، اور دوسرا شخص ایک سورت شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف میں پڑھتا ہے الا لعنة الله علی الظالمین اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید کو داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پڑھتا ہے لعنة الله علی الکاذبین اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔“ (صفحہ ۱۳۔ فضائل قرآن)

مذکورہ عبارت سے آپ نے خوب اندازہ کر لیا کہ قرآن سب کے لئے شفا اور رحمت نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کے لئے نقصان اور گھٹانے کا زیادہ کرنے والا ہے۔ اس طرح کہ لوگ قرآن پڑھ کر، بار بار پڑھ کر بھی خود کو درست نہیں کرتے تو جرم پر جرم کرنے اور جرم پر قائم رہنے کی وجہ سے اپنے نقصان اور عذاب میں خود ہی خوب

اضافہ کرواتے ہیں۔ ایک شخص جھوٹا ہے اور قرآن میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اسے لعنت کا بیان ہے اور لعنت بھی اللہ تعالیٰ کی، تو وہ شخص اگر قرآن پڑھ کر اپنے جھوٹ سے سچی توبہ نہیں کرتا اور جھوٹ کا علاج نہیں کرتا تو وہ اپنے لعنتی ہونے پر قرآن سے خود ہی گواہی پیش کر رہا ہے۔ یوں اس کا قرآن پڑھنا اس کو فائدہ نہیں دے رہا۔ آپ خود ہی کہئے کہ وہ قرآن پڑھ کر فائدہ حاصل کر رہا ہے یا نقصان؟ آپ کا جواب یہی ہو گا کہ وہ اپنا نقصان کر رہا ہے۔ فائدہ اسے صرف اس صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی غلطی اور کوتاہی کا ازالہ کرے اور خود کو درست کرے۔ اسی طرح ظالموں کے لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا بیان ہے۔ اگر ظالم اپنے ظلم سے سچی توبہ نہیں کرتا تو وہ بھی یقیناً قرآن پڑھ کر اپنے لعنتی ہونے کی تصدیق کر رہا ہے اور قرآن سے اپنے نقصان میں اضافہ کر رہا ہے۔

قرآن اسے نقصان نہیں دے رہا بلکہ قرآن تو صاف بتا رہا ہے کہ ظالم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور یہ بات بھی تنبیہ کر کے بتائی جا رہی ہے، تاکہ ظالم شخص، اللہ تعالیٰ کی لعنت سے بچے۔ اس کے باوجود اگر ظالم خود کو درست نہ کرے تو پھر عذاب الہی ہی اس کا مقدر ہے۔

توجہ کیجئے: آیت ربانی میں یہ کیوں ہے کہ قرآن ظالموں کے نقصان میں اضافہ کرتا ہے اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے! اس لئے کہ کافر تو قرآن پڑھتے نہیں، وہی قرآن پڑھتا ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے۔ ثابت ہوا کہ بہت سے مسلمان کہلانے والے ظالم ہیں اور ظالم پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

محترم قارئین! ظلم کیا ہے؟ ظلم کسے کہتے ہیں؟ ظلم کی پہچان یہ ہے ”وضع الشئ فی غیر محلہ“ چیز کو اس کے محل کے غیر پر رکھنا۔ آسان لفظوں میں یوں کہئے کہ چوری ”الف“ کرے اور سزا ”ب“ کو دی جائے۔ کام کسی کا اور نام کسی کا۔ صحیح کو غلط کہنا

اور غلط کو صحیح کہنا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اور احکام کو بدلنا اپنی طرف سے معنوں کو تبدیل کرنا اس میں کمی بیشی کرنا۔ آیت جس کے بارے میں ہو، اس کو کسی اور کے بارے میں بتانا، یہ ظلم ہے اور ایسا کرنے والا ظالم ہے۔

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”مخلوق الہی میں سب سے برے وہ لوگ ہیں جو کافروں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔“ (بخاری، ص ۲۴۰ ج ۲)

دور صحابہ میں خوارج کا گروہ، منافقین ایسا کرتے تھے۔ آج بھی سیکڑوں مولوی کہلانے والوں کا یہی دھیرہ ہے کہ وہ لوگ بتوں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتیں غیروں والوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ سننے پڑھنے والوں کو آیت کا شان نزول معلوم نہیں ہوتا کہ آیت کب اور کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ وہ اس مولوی کہلانے والے سے سنتے ہیں اور نا سمجھی کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں، مگر افسوس ان پر ہے جو خود کو مولوی کہلاتے ہیں اور خود کو دین کی اتھارٹی سمجھتے ہیں، وہ علم رکھنے باوجود بھی ایسی شدید غلطی کرتے ہیں اور مخلوق کو گمراہ کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان لوگوں کو خوارج میں شمار کیا ہے۔ ان کے ارشاد کے مطابق ایسی حرکت کرنے والے اور منافق خوارج کی پیروی کرنے والے سب بدترین خلق ہیں۔

امت مسلمہ کے ان جوانوں سے جو ایسے ملاؤں کی بکواس کی وجہ سے روحانیت اور روح اسلام سے دور ہو رہے ہیں، میری گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل سلیم دی ہے آپ خود سوچئے، غور و فکر کیجئے۔ آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حلوے مانڈے کے ہٹارے کا جھگڑا ہے، ہر گز نہیں۔ یہ اصول یاد رہے کہ ”تعرف الاشياء

باضدادھا“ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ رات سے دن کا پتا چلتا ہے، بد بو سے خوش بو کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور ایسے دین فروش ملاؤں سے علمائے حق کا پتا چلتا ہے۔ کیا آپ سچ اور جھوٹ کو یکساں قرار دیں گے؟ ہرگز نہیں، تو یقین کیجئے اصل جھگڑا یہی ہے۔ آپ یقیناً جاننا چاہیں گے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ کون صحیح ہے اور کون غلط ہے؟ علمائے حق کون ہیں اور باطل طبقہ کون سا ہے؟ نہایت دیانت کے ساتھ خوف الہی رکھتے ہوئے ذمہ داری کے ساتھ یہ خادم دین و ملت عرض کرتا ہے، توجہ فرمائیں۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں مخلوقات کی ابتداء سے لے کر اہل جنت کے جنت اور اہل نار کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبریں دیں، (بخاری شریف ص ۵۳ ج ۱)۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ازابتدا انتہا سب احوال سے باخبر تھے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”میری امت ۷۳ گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ۷۲ گروہ دوزخ میں جائیں گے۔ اصحاب نبوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ نجات پانے والا گروہ کون سا ہوگا؟ فرمایا کہ وہ ناجیہ فرقہ جماعت ہوگا اور میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔“ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حدیث کی مشہور متفقہ چھ صحیح کتابوں میں سے ابن ماجہ میں ہے کہ ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت گم راہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جب تم (امت میں) اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت (عظمت والی جماعت) کو لازم پکڑو۔“

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) جن فرقوں

میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک بڑی جماعت ہوگی اور اسی کے ساتھ کامل وابستگی کا حکم دیا گیا ہے کہ وہی جماعت جنت میں جانے والی جماعت ہے اور اس کے سوا باقی تمام فرقے جہنم کے مستحق ہوں گے۔ رسول کریم ﷺ نے بڑا احسان فرمایا کہ اس نجات پانے والی (ناجیہ) جماعت کی پہچان بھی بتادی ورنہ ہر فرقہ خود کو ناجیہ جماعت ہی کہتا۔ معلوم ہوا کہ ناجیہ جماعت کوئی فرقہ نہیں اور اس جماعت کے عقائد و اعمال کی پابندی اور تبلیغ و اشاعت کو فرقہ واریت ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ ہو سکتا ہے قارئین یہ کہیں کہ واضح ارشاد نبوی ﷺ کے باوجود بھی ہر فرقہ خود کو ناجیہ کہتا ہے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہر مدعی اپنے دعوے میں اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے دعوے پر صحیح دلائل پیش نہ کرے اور اپنی حقانیت کو قرآن و سنت سے صحیح ثابت نہ کرے۔ رسول کریم ﷺ نے وضاحت فرمادی ہے کہ ناجیہ گروہ بڑی جماعت ہوگا اور اس بڑے (عظمت والے) گروہ کی وابستگی کی تاکید فرمادی اور اس کی پہچان بتادی کہ وہ میرے اور میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے طریقے پر ہوگا۔ انہی ارشادات نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مطابق ناجیہ جماعت کا عنوان ”اہل سنت و جماعت“ ہے جسے ایک لفظ میں ”سنی“ کہا جاتا ہے۔ (یعنی نبی پاک ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے کے مطابق عقائد و اعمال والی جماعت)۔ ناجیہ جماعت کا تعارف حاصل کرنے کے بعد اپنے ذہن سے کچھ شکوک دور کر لیجئے۔ جس کسی کے ذہن میں سوال ابھریں کہ (۱) حدیث میں فرقوں کی تعداد ۷۳ بتائی گئی ہے جب کہ امت میں موجود فرقوں کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے (۲) موجود فرقوں میں بہت سے ہیں جو اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ اہل سنت صرف ایک جماعت ہوگی (۳) حدیث شریف میں ہے کہ جب امت میں اختلاف دیکھو، تو اس اختلاف سے کون سا اختلاف مراد ہے؟ ہر فرقہ اختلاف کی وجہ سے معرض وجود میں

آیا ہے اور ہر فرقے میں اختلاف موجود ہے۔

ان سوالوں کے جواب میں عرض ہے کہ امت میں بیادی طور پر ۷۳ ہی فرقے ہیں۔ ۷۲ ناری اور ایک ناجی۔ ناری فرقوں اور ناجی جماعت میں ہر ایک گروہ کا الگ عنوان ہے جس سے تعداد کے زیادہ ہونے کا خیال ہوتا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کسی درخت کی جڑ ایک ہی ہوتی ہے لیکن شاخیں بہت ہوتی ہیں اور بڑی شاخوں سے مزید چھوٹی شاخیں (ٹہنیاں) نکلتی رہتی ہیں، تاہم شاخوں کی کثرت سے یہ لازم نہیں آتا کہ جڑیں بھی زیادہ ہوں۔ یوں بھی سمجھئے کہ ایک قبیلے میں کئی خاندان ہوتے ہیں اور ہر خاندان میں کئی افراد ہوتے ہیں۔ اسی طرح گم راہی اور بے دینی کی ۷۲ جڑوں سے بہت سی چھوٹی بڑی شاخیں اور ۷۲ ناری قبیلوں سے بہت سے خاندان اور ان خاندانوں سے ہزاروں افراد پیدا ہو جائیں تو یہ نہیں ہوگا کہ جڑوں اور قبیلوں کی تعداد بھی شاخوں اور افراد کے برابر ہو۔

۷۲ ناری فرقوں سے وہ گروہ مراد ہیں جن کی بنیادوں میں بے دینی، الحاد، کفر اور زندہ ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ شاخوں کا وجود اور زندگی جڑ کے سب سے ہے یعنی کوئی شاخ اپنی جڑ سے کٹ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ وہ ۷۲ جڑیں جو خود خراب ہیں وہ اچھی شاخیں پیدا نہیں کر سکتیں۔ وہ تمام فرقے اور ٹولے جو ان خراب جڑوں کی شاخیں ہیں وہ خواہ کسی تعداد میں ہوں ان کی اصل وہی ۷۲ ہوں گے۔ اب ناجیہ جماعت کا احوال سمجھ لیجئے کہ اس کی جڑ اور بنیاد میں روح اسلام و ایمان اور ہدایت و رحمت ہے۔ اس ایک اچھی جڑ سے جس قدر شاخیں نکلیں گی ان میں اچھی جڑ کے اچھے اثرات ہی ہوں گے۔ اس کی مزید وضاحت کروں کہ شریعت کے چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اور آگے ان کی شاخیں اشعری، ماتریدی اور اسی طرح طریقت کے چاروں سلسلے نقش بندہ، قادری، چشتی، سہروردی اور آگے ان کی شاخیں صابری، نظامی، اشرفی،

شاذلی، رفاہی، مجددی، نقشبندی سب "اہل سنت" جماعت ناجیہ ہیں، ان سب کی جڑ اور بنیاد ایک ہی ہے اور ان سب کے مابین ایسا کوئی واضح اختلاف نہیں جو اصولی ہو اور جس میں کفر و ایمان کا فرق پایا جائے۔ یہ خصوصیت صرف اہل سنت و جماعت کی ہے کہ ان کی تمام شاخوں میں عقائد و نظریات کی کمال ہم آہنگی ہے اور ان کے عقائد و اعمال توازن سے ثابت ہیں۔ وہ فرقے جو از خود اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اگر وہ اپنے دعوے کو صحیح اور سچا سمجھتے ہیں تو اہل سنت و جماعت والے عقائد و اعمال واضح طور پر خود میں ثابت کریں ورنہ ان کا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔ اہل سنت ہونا اور اہل سنت کہلانا الگ بات ہے۔ کسی گروہ یا ٹولے کا خود بخود اہل سنت کہلانا اس گروہ کے واقعی اہل سنت ہونے کی کافی دلیل نہیں۔ یاد رکھئے کہ صحیح اہل سنت کے سوا کوئی اور ایسی جماعت نہیں جو اپنی صداقت، قرآن و سنت سے کماحقہ ثابت کر سکے اور اپنے عقائد و اعمال میں کریم ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطابق ثابت کر سکے۔ جو وہ حدیثیں گزر جانے کے بعد بھی شریعت و سنت کے مطابق اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال کا توازن ثابت ہے جب کہ باقی بیش تر فرقے نئی پیداوار ہیں اور ان کے عقائد و نظریات اور اعمال و احوال ہر گز قرآن، سنت سے اصلاً ماخوذ اور ثابت نہیں، بلکہ ان فرقوں نے قرآن و سنت کے صحیح مفہیم کو منہج کر کے اپنی گم راہی و تباہی کا خود سامان کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے حصے میں ہدایت و رحمت نہیں ہے بلکہ دنیا و آخرت میں خسار ہی ان کا حصہ ہے۔ اور اہل سنت و جماعت (فرقہ ناجیہ) کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ اور رسول کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سچی پیروی اور غلامی کی بدولت دنیا و آخرت میں اللہ کریم کی رحمتوں برکتوں اور تائید و نصرت کی بشارت و ضمانت عطا ہوئی ہے، انہی کو صراطِ مستقیم کی ہدایت ملی ہے اس لئے انہی سے وابستگی ضروری ہے۔

حدیث شریف میں جس "اختلاف" کا ذکر ہے اس کی وضاحت سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اختلاف دو طرح کا ہوتا ہے (۱) اصولی (۲) فروعی۔ دونوں طرح کے اختلاف کے بارے میں شرعی قوانین و احکام موجود ہیں۔ وہ اصولی یا فروعی اختلاف جس میں کفر و ایمان اور ہدایت و ضلالت کا واضح فرق ہو، وہ دوزخ کا مستحق بنادیتا ہے۔ یہ بھی جان لیجئے کہ رسول کریم ﷺ کی امت دو طرح کی ہے (۱) امت اجابت (۲) امت دعوت۔ امت اجابت وہ ہے جو راسخ العقیدہ اہل ایمان افراد پر مشتمل ہے۔ تمام بد عقیدہ افراد، امت دعوت کے زمرے میں آتے ہیں۔ وہ تمام گمراہ اور باطل فرقے جو بظاہر ایمان و اسلام کے مدعی ہیں، ان میں سے بعض فرقوں کی مطلق تکفیر نہیں کی گئی، کیوں کہ ان کے عقائد و نظریات میں فرق ہونے کے باوجود کفر و ایمان کا واضح فرق نہیں پایا گیا۔ لیکن یہ طے ہے کہ جس کسی کے عقائد و نظریات میں کفر و ایمان کا واضح فرق ہے اس کو ناری فرقہ ہی شمار کیا جائے گا۔ امت میں پیدا ہونے والے نئے فرقوں میں دیوبندی وہابی تبلیغی فرقہ بھی خود کو نہ صرف "اہل سنت" (سنی) کہلانے کا خواہش مند ہے بلکہ اپنے سوا باقی سب کو مشرک و بدعتی اور باطل ثابت کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

اس دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہمارا اختلاف محض فروعی اور خواہ مخواہ کا نہیں ہے بلکہ اصولی اور بنیادی ہے۔ یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے، ملاحظہ فرمائیے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کو گواہ بنا کر عدل و انصاف سے کہئے کہ کیا آپ ان باتوں کو تسلیم کر سکتے ہیں؟ کیا ایسے عقیدے رکھنے والے مسلمان اور اہل سنت ہو سکتے ہیں؟

دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ کے چند عقیدے

(۱) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹ ج ۱)

(۲) اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے جب بندے کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے۔ (تفسیر بلغۃ الحیران ص ۱۵۷، ۱۵۸)

(۳) شیطان اور ملک الموت کا علم حضور اکرم ﷺ سے زیادہ ہے۔

(براہین قاطعہ، ص ۵۱)

(۴) اللہ تعالیٰ کے نبی کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

(براہین قاطعہ ص ۵۱)

(۵) حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جیسا اور جتنا علم غیب عطا فرمایا ہے ویسا علم

جانوروں، پانکوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص ۷)

(۶) نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی بیل گدھے کے

خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت برا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۸۶)

(۷) لفظ رحمتہ للعالمین، رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ حضور

اکرم ﷺ کے علاوہ بھی دیگر بزرگوں کو رحمتہ للعالمین کہہ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲ ج ۲)

(۸) خاتم النبیین کا معنی آخری نبی سمجھنا، عوام کا خیال ہے۔ علم والوں کے نزدیک

یہ معنی درست نہیں۔ حضور اکرم کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت

محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس ص ۳، ۲۵)

(۹) حضور اکرم ﷺ کو دیوبند کے علماء کے تعلق سے اردو زبان آئی۔

(براہین قاطعہ ص ۲۶)

(۱۰) نبی کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی کرنی چاہئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۸)

(۱۱) اللہ چاہے تو محمد (ﷺ) کے برابر کروڑوں پیدا کر ڈالے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۶)

(۱۲) حضور اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۹)

(۱۳) نبی، رسول سب ناکارہ ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹)

(۱۴) نبی کا ہر جھوٹ سے پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (تصفیۃ العقائد ص ۲۵)

(۱۵) نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۵)

(۱۶) بڑے یعنی نبی اور چھوٹے یعنی باقی سب بندے، بے خبر اور نادان ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۳)

(۱۷) بڑی مخلوق یعنی نبی اور چھوٹی مخلوق، یعنی باقی سب بندے اللہ کی شان کے

آگے چہرے سے بھی ذلیل ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳)

(۱۸) نبی کو طاغوت (شیطان) بولنا جائز ہے۔ (تفسیر بلغۃ الخیر ان ص ۴۳)

(۱۹) گاؤں میں جیسا درجہ چودھری، زمین دار کا ہے ویسا درجہ امت میں نبی کا

ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۱)

(۲۰) جس کا نام محمد یا علی ہے (ﷺ) وہ کسی چیز کا مختار نہیں، نبی اور رسالہ کچھ نہیں

کر سکتے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۱)

(۲۱) حضور اکرم ﷺ بے حواس ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۵)

(۲۲) امتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ۵)

(۲۳) دیوبندی ملاں نے حضور اکرم ﷺ کو پل صراط سے گرنے سے بچالیا۔

(بلغۃ الخیر ان ص ۸)

(۲۴) لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور اللہم صل علی سیدنا

ونبینا اشرف علی کہنے میں تسلی ہے، کوئی خرابی نہیں۔ (رسالہ الامداد ص ۳۵، بحریہ ماہ

صفر ۱۳۳۶ھ روداد مناظرہ (گیا) الفرقان ج ۳ ص ۵۸)

(۲۵) میلاد نبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔

(فتاویٰ میلاد شریف ص ۸، براہین قاطعہ ص ۱۳۸)

(۲۶) حضور اکرم ﷺ اور دجال دونوں بالذات حیات سے متصف ہیں، جو

خصوصیت نبی کریم ﷺ کی ہے وہی دجال کی ہے۔ (آب حیات ص ۱۶۹)

(۲۷) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۶)

(۲۸) اللہ کو مانو، اس کے سوا کسی کو نہ مانو۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳)

(۲۹) اللہ کے روبرو سب انبیاء و اولیاء ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۴)

(۳۰) نبی کو اپنا بھائی کہنا درست ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۳)

(۳۱) نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا مدد کے

لئے پکارنے والا، نذر تیار کرنے والا مسلمان اور کافر ابو جہل، شرک میں برابر ہیں۔

(تقویۃ الایمان، ص ۷، ۷، ۷)

(۳۲) درود تاج ناپسندیدہ ہے اور پڑھنا منع ہے۔

(فضائل درود شریف ص ۷۳، تذکرۃ الرشید ص ۱۱ ج ۲)

(۳۳) دیوبندیوں کے ایک بڑے (سید احمد رائے بریلوی) کو حضرت علی (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ہاتھ سے نہلایا اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے

(اس برہنہ کو) اپنے ہاتھ سے کپڑے پہنائے۔

(صراط مستقیم فارسی ص ۱۶۴، اردو ص ۲۸۰)

(۳۴) میلاد شریف، معراج شریف، عرس شریف، ختم شریف، سوم، چہلم،

فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب سب ناجائز، غلط بدعت اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ ہیں۔

(فتاویٰ اشرفیہ ص ۵۸ ج ۲، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۰، ج ۲، ص ۹۳، ۹۴ ج ۳)

(واضح رہے کہ رسول اکرم ﷺ کے میلاد کو غلط بدعت اور ناجائز و حرام اور شرک کہنے والے دیوبندی وہابی تبلیغی حضرات سے یہ سوال ضرور کیجئے کہ درالعلوم دیوبند کا جشن منانا اور مشرک عورت سے اس کا افتتاح کروانا اور اپنے ملاؤں مفتیوں کے تعین کے ساتھ دن اور برسی منانا، اجتماع کے لئے تاریخ اور جگہ اور وقت مقرر کرنا، سیرت کے جلسے کرنا، سیاسی و غیر سیاسی جلوس وغیرہ نکالنا، غیر اللہ کے نام سے ادارے قائم کرنا، غیر اللہ کی تشہیر کے لئے لوگوں سے مالی اور دیگر مدد مانگنا وغیرہ کیوں کر جائز اور درست ہے؟)

(۳۵) معروف دلی کو اکھانا ثواب ہے (مگر شب برات کا حلوہ ناجائز ہے)۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ ج ۲)

(۳۶) اللہ کے دیوں کو اللہ کی مخلوق سمجھ کر بھی پکارنا شرک ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۷)

(۳۷) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز ہے۔

(فتویٰ مفتی جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۳۸) ہندو کی ہولی، دیوالی کا پرشاد وغیرہ جائز ہے۔ (مگر قاحہ و حجاز کا شرک ناجائز ہے)۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۳ ج ۲)

(۳۹) چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی وغیرہ میں کچھ حرج نہیں، اگر پاک ہو (مگر گیارہویں شریف اور نیاز کا پاک حلال کھانا بھی ہرگز جائز نہیں)۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ ج ۲)

(۴۰) ہندو (مشرک پلید) کی سودی روپے کی کمائی سے لگائی ہوئی پیاد (سبیل) کا پانی پینا جائز ہے (مگر محرم کے مہینے میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے مسلمان کی حلال کی کمائی سے لگائی ہوئی سبیل وغیرہ کا پاک پانی حرام ہے)۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۳، ۱۱۴ ج ۳) ☆ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

☆ دیوبندیوں وہابیوں کی عبادت کا منہ من مقرر خود ان کے اپنے فتوے میری کتاب ”سلید مباد“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس طرح کی اور بہت سی بکواسات اور ایمان شکن باتوں سے ان دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہ خدام اہل سنت، اللہ سبحانہ سے عفو و مغفرت کا طالب ہے، کیوں کہ میرا ایمان ان باتوں کو نقل کرتے ہوئے بھی خوف محسوس کرتا ہے۔ حالاں کہ ان عبارات کو نقل کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ قارئین جان لیں کہ دیوبندی وہابی تبلیغی حضرات سے ہمارے اختلاف کی بنیاد کیا ہے۔ یقین جانئے یہ ایسی باتیں ہیں جن کو پڑھ سن کر مسلمان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور ایمان گواہی دیتا ہے کہ یہ باتیں صرف کوئی دشمن رسول اور بے ایمان ہی کہہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے ہمیں ہر گستاخی و بے ادبی سے اور ان عبارتوں کے لکھنے اور ماننے والوں اور ان عبارتوں کے لکھنے والوں کو سچا مسلمان ماننے والوں سے اپنی پناہ خاص میں رکھے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے آمین۔

قارئین کرام! فرمائیے کیا آپ ان عبارات پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ ایسے عقائد رکھتے ہیں؟ ان باتوں کو ماننے کے لئے تیار ہیں؟ آپ کو یہ حیرت ہوگی کہ ایسی باتیں کون کہہ سکتا ہے، کون لکھ سکتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ جو خود کو مومن و مسلم کہتا ہے وہ ہرگز ایسی باتیں کہہ نہیں سکتا مگر افسوس یہی ہے کہ یہ باتیں جاہل گنواروں نے نہیں، خود کو عالم زمانہ، مطاع الکمل اور مجدد ملت، حکیم الامت کہلانے والوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ انہوں نے لکھی ہیں جو خود کو صرف مسلمان ہی نہیں کہلاتے بلکہ خود کو اسلام کی اتھارٹی سمجھتے ہیں۔ جب علمائے حق نے ان کو سمجھایا کہ یہ باتیں غلط ہیں ان سے توبہ کر لو تو ہزار بار سمجھانے کے باوجود ان عبارتوں کے لکھنے والوں نے یہی جواب دیا کہ انہوں نے جو لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ تم اپنے اور اپنے والدین کے بارے میں نامناسب تشبیہ کو گوارا نہیں کرتے اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں تو

اللہ سبحانہ کی طرف سے انتہائے ادب کا حکم ہے۔ انہیں سمجھانے کے لئے مثال دی گئی کہ اگر تم کہیں کھڑے ہو اور ایک طرف سے تمہارے والد صاحب آجائیں اور تمہارا کوئی جاننے والا کہے کہ تمہاری ماں کا خصم آگیا یا وہ آگیا جو تمہاری ماں سے مباشرت کرتا ہے، تو کیا تم پسند کرو گے؟ حالاں کہ کہنے والا صحیح کہہ رہا ہے۔ کیوں کہ تمہارا باپ یقیناً تمہاری ماں کا خصم ہے اور دوسری بات بھی درست ہے مگر یہ انداز غیر شائستہ، غیر مہذب اور اہانت آمیز ہے۔ اور اگر وہ کہتا کہ آپ کے ابا حضور، آپ کے والد محترم تشریف لے آئے تو یقیناً یہ الفاظ مسرت کا باعث ہوتے۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ کہاں ہم کہاں اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) اگر بالفرض آپ کو اللہ تعالیٰ کے نبی، پیارے نبی، نبیوں کے نبی (ﷺ) سے کمال عقیدت و محبت نہیں ہے تو بھی آپ ایسی تشبیہات اور وہ الفاظ استعمال نہ کریں جو کسی طور مناسب نہ ہوں۔ کیوں کہ حضور اکرم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جو مرتبت رکھتے ہیں وہ قرآن کریم سے اظہر من الشمس ہے۔ قرآن کی ترمیم میں ”یا ایہا الذین آمنوا“ کے الفاظ پہلی مرتبہ جہاں آئے ہیں وہاں اہل ایمان کو پہلا حکم دیا گیا ہے کہ مخاطب میں بھی میرے نبی (ﷺ) کا ادب ملحوظ رکھو (لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا) (سورہ بقرہ آیت ۱۰۴) انہیں ہرگز یہ نہ کہو کہ ہماری رعایت کیجئے بلکہ یہ عرض کرو کہ ہم پر نظر فرمائیے۔ جس لفظ میں یہ امکان تھا کہ صرف صولۃ اعتبار سے اسے ذرا سی تبدیلی کر کے استعمال کرنے سے معنی بدل جاتے تو وہ لفظ بھی اپنے نبی ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کو ہرگز گوارا نہ ہوا، اس لفظ کو بے ادبی و گستاخی قرار دے دیا گیا اور اس لفظ کا استعمال ممنوع ہو گیا، تو ایسے صریح الفاظ جو کہ کسی طور مناسب نہ ہوں ان کا استعمال نبی ﷺ کے لئے کیسے درست ہو سکتا ہے۔ جس بارگاہ کا ادب خود خالق حقیقی سکھائے اس کے لئے تمہارے یہ الفاظ نہایت رکیک ہیں، کفریہ باتوں کے علاوہ بھی

جہاں کہیں تم نے تشبیہات کا استعمال کیا ہے نامناسب کیا ہے، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارے قلب و نظر میں اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم ﷺ کا کوئی ادب نہیں، تمہیں ان سے کوئی محبت اور تعلق نہیں، یہ بھی واضح حقیقت تمہیں معلوم ہے کہ اس حبیب پر درگزار احمد مختار ﷺ کی محبت اور تعظیم ہی اصل ایمان اور جان ایمان ہے اور محبت اور تعظیم کے بغیر اتباع رسول بالکل بے سود ہے، تو اپنے قول سے تم خود ہی دین کے منکر ہو رہے ہو اور دائمی ملامت اپنے لئے جمع کر رہے ہو۔

قارئین کرام! آپ کا خیال ہو گا کہ اس نصیحت کو ان لوگوں نے قبول کر لیا ہو گا اور حق کو اختیار کیا ہو گا مگر افسوس کہ ان علماء کہلانے والوں نے اپنی کفریہ اور غلط عبارتوں کو نہ صرف یہ کہ بار بار صحیح کہا بلکہ ان کفریہ اور غلط عبارتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلیلیں دینا شروع کر دیں۔ حالاں کہ ہر عقل والا جانتا ہے کہ ”عذر گناہ بدتر از گناہ“ (گناہ کا عذر از حد بیش کرنا گناہ سے بھی زیادہ برا ہے) یعنی غلط کو صحیح ثابت کرنا یہ غلطی پر غلطی ہے۔ لہذا کوئی صحیح سمجھنا اور اسے نیکی یا صحیح ثابت کرنا یہ انتہا درجے کا گناہ ہے اور کفر کو ایمان کہنا یہ سو من کا کام نہیں۔

قارئین کرام! یقیناً یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ یہ کفریہ اور غلط عبارت کن کی لکھی گئی ہوئی ہیں؟ ہر عبارت کے ساتھ کتاب کا نام اور صفحہ نمبر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب ذیل میں کتابوں کے نام کے ساتھ ان کے لکھنے والوں کے نام بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ تمام عبارت جن کتابوں سے نقل کی گئی ہیں ان کتابوں اور ان کے لکھنے والوں کے نام یہ ہیں:-

کتاب	مصنف
حفظ الایمان	اشرف علی صاحب تھانوی
فتاویٰ رشیدیہ	رشید احمد صاحب گنگوہی

آب حیات	محمد قاسم صاحب نانوتوی
تحدیر الناس	محمد قاسم صاحب نانوتوی
براہین قاطعہ	خلیل احمد صاحب انبٹھوی
تقویۃ الایمان	شاہ اسماعیل صاحب پھلتی دہلوی بالا کوٹی
صراط مستقیم	شاہ اسماعیل صاحب پھلتی دہلوی بالا کوٹی
تفسیر بلغۃ الخیران	حسین علی واں پھرانی
تصفیۃ العقائد	محمد قاسم صاحب نانوتوی
رسالہ الامداد	اشرف علی صاحب تھانوی

آپ کہیں گے کہ آگے پیچھے کی عبارت چھوڑ کر درمیان کا جملہ لے لیا گیا ہے، لکھنے والوں کا مفہوم کچھ اور ہو گا اتنے بڑے علماء ایسا نہیں لکھ سکتے، نہیں کہہ سکتے۔ ہر صاحب ایمان، صاحب عقل و دانش اتنی بات بخوبی جانتا ہے کہ نبی پاک ﷺ سے بڑھ کر مخلوق خدا میں کوئی نہیں۔ ان کے لئے کوئی ایک منفی یا عامیانہ اور نامناسب یا بری تشبیہ کسی طور پر درست نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک غلط یا بر لفظ لکھ کر اس کے بعد پورا پیرا گراف یا کئی صفحے اس کی وضاحت میں لکھے جائیں تو کیا اس سے بہتر نہیں کہ وہ برا لفظ ہی نہیں لکھا جائے؟ یہ طے ہے کہ گالی کی وضاحت اور تشریح وغیرہ سے وہ ”گالی“ کوئی ”دعا“ یا ”پاکیزہ عبارت“ نہیں بن جائے گی بلکہ ”گالی“ گالی ہی رہے گی۔ جہاں کہیں (ان کتابوں میں) غلط، نامناسب اور برے الفاظ لکھے گئے یا گھنیا اور منفی تشبیہ دی گئی وہ آگے پیچھے کی عبارت کے ساتھ اور بغیر، ہر دو صورت میں غلط اور بری ہی رہے گی۔ ہاتھ نکلنے کو آ رہا تھا۔ کتابیں بازار میں دست یاب ہیں۔ آپ خود ہی دیکھ لیجئے۔ آگے پیچھے کی عبارت کے باوجود یہ الفاظ اور ان کا مفہوم آپ پر خود واضح ہو جائے گا۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں ”پھر یہ کہ آپ (ﷺ) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اور اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ (حفظ الایمان ص ۷ مطبوعہ شیخ جان محمد الہ بخش، تاجران کتب علوم مشرقی، کشمیری بازار، لاہور۔ جون ۱۹۳۴ء)

اسی عبارت کو آپ تھانوی صاحب یا اپنے والد، ملک کے صدر، اپنے استاد کسی محترم شخص کے لئے قبول کریں گے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

پھر یہ کہ تھانوی صاحب کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر کسی کے کہنے پر صحیح ہو تو پوچھنے والی بات یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا تمام علم۔ اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں تھانوی صاحب ہی کی کیا خصوصیت ہے، ایسا علم تو ہر امیرے غیرے بلکہ ہر بچے اور پاگل اور تمام جانوروں اور گدھوں ہاتھیوں کو بھی حاصل ہے۔

کہنے لکھا ایسا کہنے میں تھانوی صاحب کی شان میں کوئی گستاخی ہوگی؟ آپ کا جواب یہی ہو گا کہ یقیناً گستاخی ہوگی۔ حیرت ہے کہ جو تشبیہ اور نامناسب الفاظ تھانوی صاحب کے لئے یا آپ کی کسی اور محترم شخصیت کے لئے گستاخی و بے ادبی کے موجب ہوں، وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے گستاخی اور بے ادبی کیوں نہیں ہوں گے؟ اور یہ طے ہے کہ نبی پاک ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی بلاشبہ کفر ہے۔

آپ شاید یہ کہیں گے کہ ان علماء کی نیت گستاخی کی نہیں ہوگی۔ ان عبارتوں کا مفہوم کچھ اور ہو گا۔ ہر لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہوتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے یہی رعایت و تاویل اپنے لئے فرض کر لیجئے اور پھر جواب دیجئے۔

کوئی شخص آپ کو ”ولد الحرام“ کہہ دے۔ آپ سن کر مشتعل ہو جائیں، غم

سے لال پیلے ہو جائیں تو وہ شخص کہے کہ آپ سمجھے نہیں "حرام" کے معنی عزت کے بھی ہیں۔ میرا مطلب یہ تھا کہ آپ عزت والے، محترم بیٹے ہیں اور میری نیت گالی کی نہیں تھی۔ فرمائیے اپنی ذات کے لئے کیا آپ یہ رعایت قبول کریں گے؟

جب اپنی ذات کے لئے یہ رعایت آپ کو گوارا نہیں تو کیا ایسی رعایت نبی پاک ﷺ کے لئے آپ قبول کر سکتے ہیں؟ یاد رکھئے! گستاخی کے لئے، بے ادبی کے لئے نیت کا ہونا یا نہ ہونا کچھ حیثیت نہیں رکھتا ☆

دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کی یہ عبارات اور ان پر ان کا قائم رہنا ہی اختلافات کی بنیاد ہے۔

کسی جاہل سے جاہل مگر سچے مسلمان کا ایمان ان باتوں کو سننا بھی گوارا نہیں کرتا چہ جائے کہ کوئی مسلمان ان باتوں کو مانے یا قبول کرے۔ آپ بھی یقیناً یہی کہیں گے کہ ایسی باتیں کرنے یا لکھنے والا، ان کو ماننے اور قبول کرنے والا ہر گز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔

یہ عقلی بات ہے کہ جاہل کے مقابلے میں عالم کا جرم زیادہ قابل گرفت ہوتا ہے کیوں کہ جاہل کی بات اور عمل، نادانی کی وجہ سے ہوتا ہے جب کہ عالم چاہتے بوجھتے ہوئے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی سزا بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ آپ نے جو گستاخانہ، کفریہ اور نامناسب عبارات ملاحظہ کی ہیں یہ انہی لوگوں نے لکھی اور کہی ہیں جو خود کو بہت بڑے عالم کہلواتے ہیں اور اپنی پیروی کو لازم قرار دیتے ہیں اور ان کے ماننے والے ان سے زیادہ کسی کو عالم قبول نہیں کرتے۔

ان "علماء" کی زندگی میں ان سے کہا گیا ان کو لکھا گیا (اور تمام ریکارڈ محفوظ ہے) کہ تمہاری یہ باتیں غلط ہیں، کفریہ ہیں، ان سے توبہ کر لو۔ مگر ان سب نے اپنی لکھی ہوئی باتوں کو درست قرار دیا اور اپنی تحریر پر قائم رہے۔ چنانچہ برصغیر ہی نہیں بلکہ

ہو "تفصیل کے لئے میری کتاب "سفید و سیاہ" ملاحظہ فرمائیں۔

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ اور بلاد عرب کے علمائے حق اہل سنت و جماعت نے اتمام حجت کے بعد ان عبارات کے لکھنے والے اور ان سے توبہ نہ کرنے والے علماء پر کفر کے فتوے دیئے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتاویٰ حسام الحرمین)۔ کفر کے فتوے شائع ہونے کے بعد ان عبارات کے لکھنے والے علماء اور ان کے ہم نواؤں نے یہ کہا کہ جنہوں نے ہم پر کفر کے فتوے دیئے ہیں اگر ہماری عبارتوں کے مطابق یہ لوگ ہم پر کفر کے فتوے نہیں دیتے تو خود کافر ہو جاتے۔ ☆

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان علمائے دیوبند کو اپنی عبارات کے کفریہ ہونے کا علم تھا مگر انہوں نے پھر بھی ان عبارات سے توبہ نہیں کی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے یہ کام غیر مسلم دشمنوں کے ایماء پر ان کی امداد اور تعاون حاصل کرنے کے بعد کیا تھا۔ وہ اپنے (غیر مسلم) آقاؤں کو کیسے ناراض کر سکتے تھے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ واللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کر کے دائمی عذاب کو دعوت دے رہے ہیں اور امت میں فتنہ و فساد چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ان کفریہ عبارات کے لکھنے والے جب دنیا سے چلے گئے تو ان کے بعد ان کے جانشینوں سے کہا گیا کہ ان کتابوں کو

علماء کی طرف سے کسی کے کفر پر اس کے کفر کا فتویٰ جاری کرنے کے بارے میں اثر فطری تھا تو ہی کا اثر ملاحظہ فرمائیے اور وہ فرماتے ہیں:-

"لوگ کہتے ہیں کہ مولوی، مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں، ارے خالو! مولویوں کی کیا خطا ہے، جب تم خود ہی کافر بننے ہو، اب اگر کوئی مولوی (تمہاری) ایسی بے ہودہ باتوں پر تم کو کافر کہہ دے تو اس بے چارے (مولوی) کی کیا خطا؟..... مولوی کسی کو کافر نہیں بناتے۔ لوگ خود کافر بننے ہیں، مولوی لوگ (کفر کرنے والے کا کافر ہونا) بتا دیتے ہیں..... اگر کوئی کافر ہو گیا ہو تو اس پر حکم لگا دیتے ہیں کہ تم کافر ہو گئے ہو، خدا سے توبہ کرو اور اسلام و نکاح کی تجدید کرو..... حاصل یہ کہ وہ (مولوی کسی کو) کافر بناتے نہیں بلکہ (اس کا کافر ہونا) بتاتے ہیں۔" (ص ۳۰، خطبات حکیم الامت حصہ محاسن اسلام) "کتاب کفر و ایمان" میں مفتی محمد شفیع نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (اس موضوع پر مزید تفصیل میری کتاب "سفید و سیاہ" میں ملاحظہ فرمائیں)

جن میں یہ غلط باتیں لکھی ہوئی ہیں آگ لگا دو یا سمندر میں پھینک دو اور ان عبارتوں سے توبہ کر لو۔ مگر ان کے جانشینوں نے بھی اپنے لئے توبہ کے دروازے بند کر لئے اور اس ضد پر قائم رہے اور ابھی تک قائم ہیں کہ یہ عبارات ہرگز غلط نہیں بالکل درست ہیں، چنانچہ قرآن و سنت کے اصول کے مطابق علمائے حق کا فیصلہ یہی ہے کہ کفر کی تائید و حمایت بھی کفر ہے۔ (الرضا بالكفر کفر)۔ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے)۔
کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ان عبارتوں کے غلط اور کفریہ ہونے کے باوجود ان کے لکھنے اور ماننے والوں کو کافر کہنے میں ہمیں کتنی رکعت کا ثواب ملے گا؟ ہم مر جانے والوں کی برائی کیوں کریں اور پھر کیا پتا کہ ان مرنے والوں نے توبہ کر لی ہو؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ کفر اور اسلام میں امتیاز کرنا، ضروریات دین میں سے ہے۔ کسی کافر کو آپ عمر بھر کافر نہ کہیں، مگر جب اس کا کفر سامنے آ جائے تو اس کے کفر کی بنیاد پر اسے کافر ماننا اور کافر کہنا ضروری ہو گا۔ اور یہ اصول ہے کہ کفر کو کفر نہ ماننا خود کفر میں مبتلا ہونا ہے۔ ☆ یہ بات کہ وہ لوگ مر گئے تو اب ان کی برائی کیوں کی جائے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے چچا ابوبکر نے گستاخی و بے ادبی کی، ولید بن مغیرہ اور دوسرے گستاخوں کو قیامت تک ملامت کی جاتی رہے گی کیوں کہ جو گستاخ رسول ہے اس کی تعریف اور مدح نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی مذمت ہی کی جائے گی اور یہ کہنا کہ کیا پتا انہوں نے توبہ کر لی ہو؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ توبہ کا خیال اس کو آئے گا جو ان عبارتوں کو کفریہ تسلیم کرے گا، جب دیوبندی وہابی علماء اپنی ان کفریہ عبارتوں کو کفریہ ہی نہیں مانتے اور صریح قول کو بھی قابل تاویل سمجھتے ہیں تو ان کی توبہ کیسی؟ اس کے باوجود عرض ہے کہ اگر ان علمائے دیوبند

☆ واضح رہے کہ علمائے دیوبند کے نام ظاہر کیے بغیر یہ کفریہ عبارت نقل کر کے جس کسی دیوبندی وہابی عالم سے فتویٰ چاہا گیا اس عالم نے ان عبارتوں کو کفریہ اور عبارات کے قائل و قابل کو کافر قرار دیا۔

کے کسی معتقد کو پتا ہو کہ ان کے پیشواؤں نے اپنی غلط اور کفریہ عبارات سے توبہ کی تھی تو اس توبہ کو شائع اور مشہور کیا جائے اور تمام معتقدین خود بھی ان غلط اور کفریہ عبارتوں کو نہ ماننے اور قبول نہ کرنے کا اعلان کریں اور ان عبارتوں کو غلط اور کفریہ تسلیم کریں تو جھگڑا خود بخود ختم ہو جائے گا۔ ☆

کچھ لوگوں نے کہا کہ ان عبارتوں کے لکھنے والوں کی باقی تحریریں تو درست ہیں صرف چند باتوں یا کسی ایک بات کی وجہ سے انہیں کافر قرار دینا درست نہیں ہے۔ اس کا جواب خود اثر فعلی تھانوی صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو، وہ فرماتے ہیں کہ ”اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہوگی وہ بالاجماع کافر ہے۔“ (افاضات یومیہ ج ۷ ص ۳۳۴) علاوہ ازیں ان لوگوں سے گزارش ہے کہ ذرا یہ دیکھیں کہ (عزائیل) شیطان نے چھ لاکھ برس اور ایک روایت کے مطابق تیس لاکھ برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، زمین کے چبے چبے پر اس نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ علم کے لحاظ سے وہ فرشتوں کا استاد مشہور ہے اور عقیدے کے لحاظ سے پکا موحد (توحیدی) تھا۔ اس نے صرف ایک ہی غلطی کی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ یہ خاکی بشر ہے وہ (شیطان)، نبوت کی عظمت کا منکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جو سجدہ

☆ لاہور میں مجلس مباحثہ المسلمین کے نام سے قائم ہونے والے ایک ادارے نے اب خیانت کے لئے اچانک یہ چال چلی ہے کہ علمائے دیوبند کی ان کفریہ عبارتوں کو از خود بدلنا شروع کر دیا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ اس ادارے سے وابستہ دیوبندی وہابی علماء کے نزدیک پرانی اصل عبارتیں یقیناً کفریہ ہیں، ورنہ بدلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اگر واقعی موجودہ دیوبندی وہابی علماء اپنے بدوں کی ان عبارتوں کو کفریہ اور غلط یا معترضہ مانتے ہیں تو صاف اقرار کیوں نہیں کر لیتے؟ کیا کسی کا کفر جانتے بوجھتے ہوئے چھپانا خود کفر میں مبتلا ہونا نہیں ہے؟ موجودہ دیوبندی وہابی علماء اپنے ہی شیخ محمد زکریا کاندھلوی کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ کر لیں وہ فرماتے ہیں ”دوسرے کی کتاب میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرنا کہاں جائز ہے؟“ (ص ۵۳ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات)

کرنے کا حکم دیا تھا وہ تعظیمی سجدہ تھا اور شیطان نے نبوت کی تعظیم سے انکار کیا، تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے شیطان کی عبادت، علم اور عقیدہ توحید کو شمار نہیں کیا اور کسی خاطر میں نہیں لایا بلکہ تعظیم نبوت کے منکر کو صرف ایک گستاخی و بے ادبی پر ہمیشہ کے لئے مردود و ملعون کر دیا۔ اب قیامت تک اس پر لعنت ہی لعنت ہے۔ یہ پہلے ہی میں عرض کر چکا ہوں کہ مومن ہونے کے لئے تمام ضروریات دین کو ماننا ضروری ہے جب کہ کفر کے لئے صرف ایک قطعی دینی بات کا انکار کافی ہے۔ ذرا خیال کیجئے! جب شیطان (عزائل) کی لاکھوں برس کی نمازیں اور عبادت اور تمام علم اور عقیدہ توحید اس کے کام نہیں آیا اور اس کو ملعون و مردود ہونے سے نہیں بچا سکا تو ان دیوبندی وہابی علماء کی چند برسوں کی نمازیں، ان کا علم اور عقیدہ توحید ان کے کیا کام آئے گا؟ شیطان نے بھی نبی کی گستاخی کی اور ان علماء دیوبند نے تو نبیوں کے سردار کی شان میں وہ نامناسب جملے کہے ہیں جو آپ اپنے بزرگوں کے لئے کہنے سننے کے روادار نہیں ہوتے، اس صورت میں ان علماء دیوبند سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے اور ان عبارات پر ایمان رکھنے والوں کے مردود ہونے میں کس شبہ ہو سکتا ہے؟ اور خوب جان لیجئے کہ نجات کا مدار عقائد کے صحیح ہونے پر ہے، اعمال و علم پر نہیں ہے، چنانچہ خود اشر فاعلی تھانوی صاحب کی تحریر سے اس کی گواہی ملاحظہ کیجئے۔

”سیرۃ النبی“ نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شبلی نعمانی اور دیوبند ہی کے ایک اور عالم جناب حمید الدین فراہی کے بارے میں تھانوی صاحب کا ایک فتویٰ دیوبند ہی کے ایک عالم جناب عبد الماجد دریابادی نے اپنی کتاب ”حکیم الامت“ (مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ۱۹۶۷ء) کے صفحہ ۵۷ پر نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”مولانا تھانوی صاحب کا فتویٰ شائع ہو گیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں اور چوں کہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسہ الاصلاح

مدرسہ کفر و زندقہ ہے یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں۔“ ☆

یہ فتویٰ پڑھنے کے بعد جناب عبد الماجد دریابادی نے تھانوی صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا جس میں شبلی نعمانی اور حمید الدین فراہی کے بارے میں اپنی طرف سے صفائی پیش کی کہ یہ لوگ نمازی ہیں یہاں تک کہ تہجد کے بھی پابند ہیں، بڑے نیک اور عالم ہیں۔ اس پر تھانوی صاحب نے جواب میں لکھا کہ ”یہ سب اعمال و احوال ہیں، عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال و احوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت احوال و اعمال جمع ہو سکتا ہے۔“ (ص ۶۷، حکیم الامت)

یہی تھانوی صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ”بد دین آدمی اگر دین کی باتیں بھی کرتا ہے تو ان میں ظلمت ملی ہوئی ہوتی ہے اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک کون ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس لئے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہئے کیوں کہ مطالعہ کتب مثل صحبت مصنف کے ہے۔ چنانچہ دین کی صحبت کا ہوتا ہے وہی اس کی کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔“ (کمالات اشر فیہ ص ۶۸، مطبوعہ کتبہ تھانوی، کراچی)

یہ اشر فاعلی تھانوی صاحب تبلیغی جماعت کے نزدیک کیا مرتبہ رکھتے ہیں؟ ملاحظہ فرمائیے۔

تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب فرماتے ہیں کہ ”حضرت مولانا تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ دیوبند ذرا اعلیٰ آنکھوں سے اپنے تھانوی صاحب کا یہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چند علمائے دیوبند کی کفریہ عبارتوں پر ہر طرح اتمام حجت کے بعد جاری کیے گئے عافی فتویٰ پر اعلیٰ حضرت بریلوی کو ”مکفر المسلمین“ (مسلمانوں کو کافر قرار دینے والا) کہنا ظلم نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ سچے مسلمانوں کو مشرک، بدعتی اور کافر وغیرہ کہنا ہم اہل سنت کا نہیں بلکہ دیوبندی و بابی علماء کا شیوہ شعار اور روزگار ہے۔

صاحب نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو، اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔“ (ملفوظات ص ۵۷)

تبلیغی جماعت کے بانی نے خود بتا دیا کہ ان کی بنیاد اور ان کی تبلیغ کا مقصد صرف تھانوی صاحب کی تعلیم کو عام کرنا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اثر فعلی تھانوی صاحب تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد ہیں۔ تو وہی تھانوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اعمال و احوال الگ چیزیں ہیں اور ”عقائد“ ان سے بالکل الگ چیز۔ اور ان کی تحریر میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ کسی کا عقیدہ غلط ہو تو ضروری نہیں کہ اس کے اعمال و احوال بھی غلط ہوں، یعنی بد عقیدہ بے دین شخص نمازی بھی ہو سکتا ہے اور بے نمازی شخص، صحیح عقیدے والا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے خود واضح کر دیا کہ محض کلمہ و نماز پڑھنے پر انحصار نہیں بلکہ اصل انحصار صحیح عقائد پر ہے۔ اگر عقیدہ درست نہیں تو نماز روزہ کرتے رہنے کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس کا عقیدہ صحیح نہیں وہ بے دین ہے، اس کی تحریر و تقریر میں گمراہی ہے، وہ دین کی بات بھی کرے تو وہ بھی گمراہی سے خالی نہیں ہے، اس لئے اس کی صحبت سے بھی بچو اور اس کی تحریر کا مطالعہ بھی ہرگز نہ کرو، ورنہ تم بھی گمراہ ہو جاؤ گے۔ وہ تو یہ بھی لکھ چکے کہ بد عقیدہ لوگوں کا دینی مدرسہ بھی ایمان و اصلاح کا مدرسہ نہیں بلکہ کفر و فساد کا مدرسہ ہے اور جو لوگ اس مدرسے سے وابستہ ہوں گے، ان کے جلسوں میں شرکت کریں گے وہ بھی ملحد اور بے دین ہو جائیں گے۔

ذرا سوچئے تھانوی صاحب نے بد عقیدگی کی وجہ سے اپنے ہی مشہور علماء کو کافر کہا۔ ان کی نمازوں کی، علم اور خدمات کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ ان کے دینی مدرسے کو کفر کا مدرسہ کہا، ان کی صحبت کو اور ان کی تحریروں کے پڑھنے کو الحاد اور بے دینی قرار دیا۔ اگر فی الواقعہ تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد تھانوی صاحب ہی ہیں تو تھانوی صاحب ہی

کے مطابق جس کا عقیدہ درست نہیں اس کی نماز کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ان کی تحریریں پڑھنا بھی الحاد و بے دینی ہے۔ اور خود علمائے دیوبند نے تبلیغی جماعت کے سرکردہ لوگوں کے عقائد کے بارے میں واضح طور پر کہا ہے کہ وہ لوگ جاہل ہیں اور ان کے عقائد صحیح نہیں ہیں۔ تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد تھانوی صاحب کے اور تبلیغی جماعت کے سرکردہ علماء کے مطابق ثابت ہو گیا کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ان کی کتابیں پڑھنا الحاد اور بے دینی ہے اور گمراہی ہے۔

قارئین محترم! یہی بات ہم کہتے ہیں تو ہم ان کے نزدیک مجرم ٹھہرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں تو اپنے بڑوں کو ملامت کرنی چاہئے جن کو یہ اپنی بنیاد کہتے ہیں کیوں کہ وہی ان کو غلط قرار دیتے ہیں اور ان کی اصلیت بے نقاب کر رہے ہیں۔

چنانچہ خود تبلیغی جماعت کے علماء کے حوالے ملاحظہ فرمائیے۔ (براہین قاطعہ کے مصنف خلیل احمد تھانوی کے خلیفہ تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب اور ان کے بیٹے محمد یوسف کے ساتھ ایک عرصے تک کام کرنے والے ان کے خاص) دیوبندی عالم عبدالرحیم شاہ فرماتے ہیں کہ:

”جو کام اہل علم کا ہے وہ ایسے لوگ انجام دینا چاہتے ہیں جو نہ صرف دین سے نا آشنا ہیں بلکہ اپنی سفالت و جہالت اور اپنی بد کرداریوں کی وجہ سے معاشرہ میں بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے یہ تو ایسا سمجھئے (اذا كان الغراب دليل قوم سيدبهم طريق الهاالكينام)“ (جب کو کسی قوم کا سربراہ ہو جائے تو وہ اس قوم کو ہلاکت کے راستے ہی دکھاتا ہے)۔ (اصول دعوت و تبلیغ ص ۴)

مزید فرماتے ہیں:

”میں (عبدالرحیم شاہ) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (تبلیغی) جماعت کا یہ تجزیہ

مقبور آبادل ناخواستہ کر رہا ہوں اور دینی تقاضا و ضرورت سمجھ کر کیوں کہ جب ان نابالغ متقدموں نے خطاب عام شروع کر دیئے جن کی شرعاً ان کو اجازت نہیں ہے اور انہوں نے اس کام کی افضلیت پر حد سے تجاوز کیا اور دوسرے دینی شعبوں کی کھلم کھلا تخفیف شروع کر دی اور ذمہ داروں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اب تک ان کو نہیں روکا یا دور کے نہیں تو ایسی صورت میں ذمہ داری کی بات ہے کہ حقیقت حال واضح کی جائے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔“ (اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۲)

مشہور دیوبندی وہابی مناظر منظور احمد نعمانی صاحب بھی اپنے مذہب کی تبلیغ جماعت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

”یہ غلطی عام طور پر ہوتی ہے کہ عام مجموعوں میں ایسے لوگوں کو بات کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جاتا ہے جو اس کے اہل نہیں ہوتے بلکہ اس کام سے اچھی طرح واقف بھی نہیں ہوتے اور وہ بات کرنے میں اپنے علم کی حد کی پابندی بھی نہیں کرتے۔ واقعہ یہی ہے کہ ایسی غلطیاں بکثرت ہوتی ہیں اور یہ بات کام کے ذمہ داروں کے لئے بلاشبہ بہت فکر و توجہ کے لائق ہے۔“

(تذکرۃ الظفر ص ۲۴۴، مطبوعہ مطبوعات علمی، کمالیہ، فیصل آباد، ۱۹۷۷ء)

جناب ابوالحسن علی ندوی کہتے ہیں کہ: ”مولانا (اشرفعی علی تھانوی) کو ایک بے اطمینانی یہ تھی کہ علم کے بغیر یہ (تبلیغی جماعت کے) لوگ فریضہ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے؟ لیکن جب (تھانوی کے بھانجے) مولانا ظفر احمد صاحب نے (تھانوی کو) بتلایا کہ (تبلیغی جماعت کے) مبلغین ان چیزوں کے سوا جن کا ان کو حکم ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے اور کچھ اور نہیں چھیڑتے تو مولانا (تھانوی) کو مزید اطمینان ہوا۔“

(دعوت ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات، نئی دہلی)

جناب ظفر احمد تھانوی عثمانی کے سوانح نگار عبدالشکور ترمذی صاحب (تذکرۃ

الظفر) میں یہ بات لکھ کر فرماتے ہیں کہ ”جب یہ (تبلیغی) جماعت اور اس کے مبلغین، تبلیغ کے بنیادی امور کے علاوہ جن کا ان کو حکم دیا جاتا ہے دوسری چیزوں کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت تھانوی کو جس بنیاد پر (تبلیغی) جماعت اور اہل جماعت پر اطمینان حاصل ہوا تھا وہ بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے جیسا کہ آج کل بکثرت دیکھنے میں آرہا ہے کہ گشت کرنے والی عام (تبلیغی) جماعتوں نے اس اصول کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور کم علم مبلغین اور ہر ادھر کی غیر متعلق باتیں اور قصے کہانیاں بیان کرتے رہتے ہیں اور اکثر و بیش تر اپنے علم کی حد سے گزر جاتے ہیں“ (تذکرۃ الظفر، ص ۲۴۲)

جناب ظفر احمد عثمانی خود فرماتے ہیں: ”الغرض (تبلیغی جماعت کا) عوامی تبلیغ کا موجودہ طریق کار علوم دینیہ میں مہارت حاصل کرنے اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی اہلیت پیدا کرنے سے بالکل قاصر ہے۔“ (تذکرۃ الظفر، ص ۲۵۲)

مزید فرماتے ہیں کہ ”ناقص کی تبلیغ وغیرہ قابل اعتبار نہیں۔“ (تذکرۃ الظفر، ص ۲۵۳)

یہ جملہ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں، اسی کتاب تذکرۃ الظفر کے ص ۲۴۱ پر جناب عبدالشکور ترمذی لکھتے ہیں کہ ”تبلیغی جماعت میں شامل ہونے اور اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کی اصلاح کے لئے حضرت مولانا (ظفر) نے کبھی کافی نہیں سمجھا۔“

قارئین! ان عمارتوں میں گھر کے پیچھے صاف بتا رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے حد سے بڑھ گئے اور برساتی مینڈک کی طرح ہر کوئی ٹرٹرانے لگا اور علم حاصل کئے بغیر تبلیغ کو چل نکلا۔ تبلیغی جماعت کے مبلغ ناقص ہیں، ان کی تبلیغ کا کوئی اعتبار نہیں اور تبلیغی جماعت میں شمولیت اور تبلیغی جماعت کے ساتھ مل کر تبلیغ کے کام سے اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جب ان کی اپنی اصلاح نہیں ہوگی تو دوسروں کی اصلاح کیسے ممکن ہوگی، خود دیوبندی وہابی علماء کو اپنے مذہب کی تبلیغی جماعت اور اس کے کام پر اطمینان نہیں۔

ہر کوئی اچھی طرح جانتا ہے کہ دواؤں کی کتابیں بازار میں دست یاب ہیں اگر کوئی

ان کو پڑھ کر کلینک کھول لے گا تو ایسی گولی (دوا) دے گا نہ مرض رہے گا نہ مریض، کیوں کہ دواؤں کی کتابیں خود پڑھ لینے سے بھی کوئی ڈاکٹر اور فزیشن نہیں بن جاتا جب تک کسی میڈیکل کالج میں ماہر استادوں سے باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل نہ کر لے۔ ہر دوا کی دکان والا جانتا ہے کہ در دیا بخار کی گولی کون سی ہے مگر در دیا بخار کیوں ہے؟ یہ دوا کی دکان والا صحیح نہیں بتا سکتا جب تک فزیشن (معالج) سے رجوع نہ کیا جائے۔ اسی لئے مثل مشہور ہے۔ ”جس کا کام اسی کو سنا ہے، دو جا کرے تو ٹھیکہ گا باجے۔“

اللہ تعالیٰ نے بھی صرف کتاب نہیں اتاری، نبی کو بھی بھیجا کیوں کہ نبی کتاب و حکمت سکھاتا ہے تو کتاب کی سمجھ آتی ہے۔

چنانچہ عبدالرحیم شاہ صاحب فرماتے ہیں ”غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کمپوڈر تک نہیں ہو سکتا مگر لوگوں نے دین کو اتنا آسان سمجھ لیا ہے کہ جس کا جی چاہے وعظ و تقریر کرنے کھڑا ہو جائے۔ کسی سند کی ضرورت نہیں ایسے ہی موقع پر یہ مثال خوب صادق آتی ہے ”نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملاحظہ ایمان۔“

(اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۳)

محترم قارئین! ان لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ تبلیغ کے لئے جب گھر سے نکلو گے تو اتنا ثواب ہو گا مگر یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے سوچتے کہ جس طرح ڈرائیونگ سے ناواقف شخص کو اسٹیرنگ پر بٹھا دیا جائے تو تمام مسافروں کی جان محفوظ نہیں رہتی اسی طرح جاہل شخص کو تبلیغ کا منصب سپرد کر دینے سے لوگوں کا ایمان محفوظ نہیں رہتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب جاننے والے آقا ﷺ نے پہلے ہی ارشاد فرمادیا کہ علماء کے اٹھنے سے جب علم اٹھ جائے گا تو لوگ جاہلوں کو پکڑ لیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے اور وہ جاہل بغیر علم کے غلط جواب بتائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم) یہ بھی فرمایا

کہ جب دین کا کام نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ یعنی وہ نااہل ایسی باتیں کریں گے جس سے لوگ تباہ و برباد ہوں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے قیامت کی نشانیوں میں سے قرار دیا۔ آپ دیکھ لیجئے، تبلیغی جماعت والے بہ ظاہر کلمہ و نماز کی پابندی کی بات کرتے ہیں مگر دین کی اصل اور علم سے دور ہوتے ہیں اس لئے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تباہ کرتے ہیں۔

عبدالرحیم شاہ لکھتے ہیں:-

”بے نمازی کی مصفرت اسی کی ذات تک ہے اور دوسرے کی مصفرت متعدی ہے، پوری نسل کو نقصان ہو گا۔“ (ص ۵۴، اصول دعوت و تبلیغ)

یعنی نماز نہ پڑھنے والا شخص صرف اپنی ذات کا نقصان کرتا ہے اور نمازی ہو کر غلط عقائد کا پرچار کرنے والا شخص پوری نسل کو تباہ کرتا ہے۔ اس شخص کا نقصان اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ بائی مرض کی طرح دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

مدرسہ دیوبند کے ایک اور استاد اس تجویز کہ ”عوام میں کام کرنے کے لئے محمد الیاس کے طریقہ تبلیغ کو اختیار کیا جائے“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”میں نے جس حد تک ان کے طرز تبلیغ سے واقفیت بہم پہنچائی ہیں اس پر مطمئن نہیں ہوں۔“ (تنبیہات ص ۱۲)

تبلیغی جماعت کی کتاب ”فضائل تبلیغ“ اور تبلیغ کے فضائل کا مصداق تبلیغی جماعت کی تحریک کو قرار دینے کے بارے میں عبدالرحیم شاہ لکھتے ہیں:-

”عجیب تضاد ہے کہ کہیں تو اس کو سنت نبوی قرار دیتے ہیں اور کہیں اس کا بانی و محرک حضرت مولانا الیاس کو قرار دیتے ہیں۔“ (اصول دعوت و تبلیغ، ص ۱۵۰)

مزید ملاحظہ فرمائیے۔

محمد الیاس کے برادر نسبتی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی، الیاس صاحب کے خاص معاون اور بچپن سے بڑھاپے تک کے ساتھی کی تحریر جو ”ضروری انتباہ“ کے عنوان سے انہوں نے کتاب ”زندگی کی صراط مستقیم“ کے آخر میں شائع کی ہے۔ اسے ذرا توجہ سے پڑھئے، وہ لکھتے ہیں:

”نظام الدین (بستی، دہلی) کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن و حدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے۔ جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن و حدیث، آئمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں۔

میرمی عقل و فہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاس کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دنیا کا اہم کام کس طرح قرار دیا جا رہا ہے۔ اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ (اچھی ایجاد) بھی نہیں کہا جاسکتا۔ میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہونا ہے۔“

مذکورہ عبارت کے جواب میں دیوبندی عالم محمود حسن گنگوہی، احتشام الحسن کاندھلوی کو لکھتے ہیں کہ:

”میں اب تک یہی سمجھتا رہا ہوں کہ خرابی صحت کی وجہ سے آپ نے کاندھلوی مستقل قیام فرمایا اور نظام الدین کا قیام ترک کر دیا اور اسی وجہ سے تبلیغی کام میں حصہ نہیں لے سکتے مگر اس ضمیمہ (ضروری انتباہ والی تحریر) سے معلوم ہوا کہ حصہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تبلیغ دینی کام نہیں بلکہ مخرّب دین ہے۔“

(چشمہ آفتاب صفحہ ۷)

”چشمہ آفتاب“ کتاب کو مرتب کرنے والے جناب قمر الدین مظاہر ہی اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:-

”مولانا احتشام الحسن کاندھلوی اس تحریک کے بانیوں میں سے ہیں انہوں نے حال ہی میں تبلیغی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہوئے اس کو گم راہی کی طرف دعوت دینے والی جماعت قرار دیا ہے۔“ (ص ۳)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر شیخ محمد زکریا صاحب کے خط کا یہ جملہ بھی ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:-

”البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت تھانوی صاحب..... کے تلامذہ اور خواص اس (تبلیغی جماعت) کو پسند نہیں فرماتے۔“

عبدالرحیم شاہ لکھتے ہیں کہ ”غیر سنت (بدعت) کو سنت سمجھنا وغیرہ احتشامی تصور ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ چند اعمال کی اصلاح کے پیش نظر عتقاد میں قصور کو نظر انداز کر دینا کہاں تک شرعی نقطہ نظر سے درست ہے؟ صحیح عقائد مدار نجات ہیں اعمال مدار نجات نہیں۔“ (اصول دعوت و تبلیغ، ص ۶۳)

قارئین محترم! خود دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت کے بڑے سرکردہ علماء کی تحریروں سے ان کی تبلیغی جماعت کی اصلیت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس کے بعد ان کے لئے ہمیں کوئی مزید قوی دینے اور تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ قدرت نے خود ان کے اپنے ہی قلم سے خود ان کو غلط ثابت کر دیا۔ اب فیصلہ دیوبندی وہابی تبلیغیوں کو خود کرنا چاہئے۔ اگر یہ خود کو درست کہیں تو ان کے یہ سب بڑے غلط ثابت ہوتے ہیں اور اگر یہ اپنے بڑوں کو درست قرار دیں تو یہ خود غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اور ان تمام تحریروں کے پڑھنے سننے والے ان تحریروں سے یہی نتیجہ نکالیں گے کہ یہ بڑے چھوٹے سب کے سب غلط ہیں۔ ہم اہل سنت و جماعت (سنی) جن کو یہ تبلیغی

درست ہوگا؟ ☆ عرض یہ ہے کہ اس کا جواب تو آپ تھانوی صاحب کی تحریر کے حوالے سے پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ بد عقیدہ اگر دین کی بات بھی کرے گا تو وہ بھی گم راہی سے خالی نہیں ہوگی۔ (تھانوی صاحب کا جواب کافی ہے تاہم اس کو اور زیادہ آسان لفظوں میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔ کوئی صاحب جو بظاہر نماز روزے کے بڑے پابند ہوں اور صورت شکل سے نیک معلوم ہوتے ہوں وہ آپ کی دعوت کریں اور دعوت میں سوجی کا حلو اختیار کریں۔ ۴۰ گرام خالص سوجی میں ۲۵ گرام خالص گھی ملائیں ۳۰ گرام شکر ڈالیں اور ۴ گرام مغز بادام و پستہ اور چاندی کے ورق استعمال کریں اور صرف ایک گرام خالص زہر حلوے میں ملا دیں جو حلوے میں حل ہو جائے اور بظاہر نظر نہ آئے۔ اوپر سے صرف جھللاتا چاندی کا ورق نظر آئے، تیرتا ہوا خالص گھی نظر آئے، پستہ و بادام نظر آئیں، وہ حلو آپ کو پیش کیا جائے اور کہا جائے کہ اس میں گلو کوڑا ہے، دوتا سبز ہیں، توانائی کے لئے بہترین مقویات ہیں اور دیکھئے کتنا خوش نما ہے، برشتے خالص ہے، اس لئے تناول فرمائیے۔ بتائیے آپ وہ حلو اکھائیں گے؟ آپ یقیناً نہیں اکھائیں گے۔ وہ آپ کو چاندی کے ورق کی چمک، مک، گھی کے فائدے، شکر کی ملائیں، پستہ و بادام کی قوت اور افادیت بتائے گا۔ آپ کہیں گے کہ ۹۹ گرام اجزا خالص اور پاک اور مفید ہیں مگر اس میں ایک گرام خالص زہر بھی ہے اس کے اثرات کا

(بقیہ پچھلا صفحہ) سے کہنا پڑا کہ ان کا مدعا کوئی نہیں پاتا وہ تو ایک نئی قوم کا پیدا کرنا چاہتے ہیں انہوں نے قسم کھا کر یہ اقرار کیا کہ یہ تبلیغی جماعت ہرگز تحریک صلاۃ نہیں ہے لہذا تبلیغی جماعت کو تحریک صلاۃ سمجھنے یا کہنے والے جھوٹے ہیں۔ اگر وہ خود کو سچا کہیں تو پھر ان کے محمد الیاس صاحب جھوٹے ثابت ہوں گے۔

۲۰ جناب مرتضیٰ حسن دہلوی فرماتے ہیں ”جو دعوائے اسلام و ایمان سعی و تبلیغ اور کوشش و سعی کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے۔“ (اشد العذاب، ص ۵) یعنی ایسے شخص کا صحیح تبلیغ کرنا بھی اس شخص کو ہرگز کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا جب تک وہ خود اپنے عقیدہ و عمل کو درست نہیں کرے گا۔

دیوبندی وہابی وغیرہ ”بریلوی“ بھی کہتے ہیں، ان کے نزدیک اس لئے برے ہیں کہ ہم ان کو انہی کی تحریروں کا آئینہ دکھاتے ہیں اور جب ان سے پوچھتے ہیں کہ ”دونوں آوازوں میں تیری کوئی سی آواز ہے؟“ تو یہ کوئی جواب دینے کی بجائے بد زبانی شروع کر دیتے ہیں۔ ان کو ہم سچے مسلمانوں کو مشرک و بدعتی بنانے کے سوا کوئی کام نہیں، مگر قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ جن باتوں پر یہ ہمیں مشرک و بدعتی کہتے ہیں وہی باتیں خود یہ لوگ بھی کرتے ہیں۔ یعنی جس کو حرام و ناجائز کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور اس طرح دہرے مجرم بنتے ہیں۔ ایک تو جائز کو ناجائز کہنے کا جرم اور دوسرا ناجائز کہہ کر وہی کام کرنے کا جرم۔ یہ دنیا ہی میں ان کے لئے عذاب الہی نہیں تو اور کیا ہے؟

قارئین کے ذہن میں ایک بات ضرور ہوگی اس کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ لوگ تو گلی گلی شہر شہر پھر کر لوگوں کو نماز روزے کی پابندی کی تلقین کرتے ہیں ☆ لوگوں کے کلمے درست کرواتے ہیں پھر ان کو غلط کہنا کیوں کر

☆ ہو سکتا ہے لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ دیوبندی وہابیوں کی یہ تبلیغی جماعت نماز روزے کی تلقین و تاکید اور سچ کے لئے وجود میں آئی ہے۔ اس سلسلے میں قارئین اسی کتاب میں تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب کا یہ ارشاد ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اثر فعلی تھانوی صاحب کے علوم، الیاس صاحب اپنے طریقہ سے پیٹا پاتا چاہتے ہیں یعنی لوگوں کو دیوبندی بنانا چاہتے تھے۔ قارئین محمد الیاس صاحب کا ایک اور ارشاد نہایت توجہ سے ملاحظہ فرمائیں جسے محمد الیاس صاحب نے اپنے کتابچے ”دعوت“ اور جناب ابو الحسن علی ندوی نے اپنی کتاب ”دینی دعوت“ کے ص ۲۳۴ پر نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ ”ایک مرتبہ اپنے عزیز جناب ظہیر الحسن (ایم اے علیگ) سے (محمد الیاس نے) فرمایا، ظہیر الحسن! میرا مدعا کوئی نہیں پاتا، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ (تبلیغی جماعت) تحریک صلاۃ ہے، میں (محمد الیاس) قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلاۃ نہیں ہے۔ ایک روز (محمد الیاس) نے بڑی حسرت سے فرمایا میں ظہیر الحسن! ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔“ قارئین بخوبی جان لیں گے کہ تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب کے یہ ارشادات صاف بتا رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا اصل مقصد ہرگز وہ نہیں جو تبلیغی جماعت کے گشت کرتے لوگ بتاتے پھرتے ہیں بلکہ نماز وغیرہ کی تلقین تو ان کا ظاہری ہتھکنڈا ہے ان کا اصل مقصد تو مسلمانوں سے مختلف، کسی نئی قوم کا پیدا کرنا ہے جس کے لئے محمد الیاس صاحب کو بڑی حسرت

بھی سوچیں۔ وہ کہے گا کہ باقی تمام اجزا نظر آرہے ہیں، زہر کہاں نظر آرہا ہے؟ باقی چیزیں غالب ہیں اور ان میں بے پناہ قوت ہے، ذائقہ ہے، فائدہ ہے۔ آپ جواباً یہی کہیں گے کہ ایک گرام زہر کی شمولیت کی وجہ سے باقی ۹۹ گرام بہترین چیزیں بھی فائدہ مند نہیں رہیں، کیوں کہ وہ ایک گرام زہر جو اس میں مل چکا ہے حالاں کہ وہ بظاہر نظر نہیں آرہا مگر اس میں یقیناً شامل ہے، وہ ایک گرام جتنا نقصان کرے گا یہ ۹۹ گرام اچھی چیزیں بھی اس نقصان کی سلامتی نہیں کر سکیں گی۔

قارئین کرام! یہی حال ان دیوبندی وہابی تبلیغیوں وغیرہ کا ہے۔ بظاہر نماز روزے کی چمک دمک دکھائی جاتی ہے، تبلیغ اور اس کے فائدے بتائے جاتے ہیں۔ مگر اس تبلیغ کی بنیاد میں پوشیدہ نظریاتی اور عقائد کی جو خرابی اور شان رسالت میں گستاخی و بے ادبی کی جو مہلک آمیزش ہے وہ ایمان کے لئے سم قاتل ہے۔ جس طرح زہر، انسانی جسم و جاں کے لئے ہلاکت کا باعث ہے اسی طرح انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی و بے ادبی بلاشبہ ایمان کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔ اور یہ آپ خوب جان چکے ہیں کہ نجات کا مدار اعمال پر نہیں بلکہ صحیح عقائد پر ہے۔ اگر عقیدہ صحیح نہیں تو لاکھوں برس کی تمام عبادت بھی بے فائدہ ہے۔

ایک دیوبندی عالم احمد علی صاحب لاہوری نے اسی طرح کی مثال ابوالمظاہر مودودی صاحب کے بارے میں اپنے رسالہ ”حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب“ (مطبوعہ دفتر انجمن خدام الدین، دروازہ شیرال دالاء، لاہور) کے صفحہ ۸۰ پر لکھی ہے۔ اسے اپنے موقف کی تائید میں نقل کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے، وہ لکھتے ہیں:

”اگر دس سیر دودھ کسی کھلے منہ والے دیگچے میں ڈال دیا جائے اور اس دیگچے کے منہ پر ایک لکڑی رکھ کر ایک تاگا میں خنزیر کی بوٹی ایک تولہ کی اس لکڑی میں باندھ کر

دودھ میں لٹکادی جائے پھر کسی مسلمان کو اس دودھ میں سے پلایا جائے وہ کہے گا کہ میں اس دودھ سے ہرگز نہ پیوں گا کیوں کہ یہ سب حرام ہو گیا۔ پلانے والا کہے گا کہ بھائی دس سیر دودھ کے آٹھ سو تولے ہوتے ہیں آپ فقط اس (ایک تولے کی) بوٹی کو کیوں دیکھتے ہیں، دیکھئے اس بوٹی کے آگے پیچھے دائیں بائیں اور اس کے نیچے چار انچ کی گہرائی میں دودھ ہی دودھ ہے وہ مسلمان یہی کہے گا کہ یہ سارا دودھ خنزیر کی ایک بوٹی کے باعث حرام ہو گیا۔ یہی قصہ مودودی صاحب کی عبارتوں کا ہے جب مسلمان، مودودی صاحب کا یہ لفظ پڑھے گا کہ ”خانہ کعبہ کے ہر طرف جہالت اور گندگی ہے“ اس کے بعد مودودی صاحب اس فقرہ سے توبہ کر کے اعلان نہیں کریں گے، مسلمان کبھی راضی نہیں ہوں گے جب تک یہ خنزیر کی بوٹی اس دودھ سے نہیں نکالیں گے۔“

قارئین کرام! خود علماء دیوبند نے جو فیصلہ اپنے مودودی صاحب کے لئے کیا انہی کی زبانی وہی فیصلہ ہماری طرف سے دیوبندی وہابی تبلیغی علماء اور ان کے حامیوں کے لئے ہے۔ جب تک دیوبندی وہابی تبلیغی اپنی کفریہ عبارات سے توبہ نہیں کرتے اور ان عبارات کو قبول نہ کرنے کا اعلان نہیں کرتے اور اپنے عقیدے درست نہیں کرتے یعنی دودھ سے خنزیر کی بوٹی اور حلوے میں سے زہر نہیں نکالتے اس وقت تک امت مسلمہ ان تمام دیوبندی وہابی تبلیغی لوگوں کے بارے میں اپنا فیصلہ نہیں بدلے گی جو ان کفریہ عبارات کے قائل اور قابل (ماننے اور قبول کرنے والے) ہیں کیوں کہ یہ فیصلہ خود علماء دیوبند نے بھی تسلیم کیا ہے کہ نجات کا مدار عقائد ہیں، اعمال نہیں۔

فیصلے اور تفسیے کی یہی ایک صورت ہے کہ تمام دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ یہ اعتراف کر لیں کہ وہ دیوبندی وہابی علماء جنہوں نے یہ کفریہ اور کتاب و سنت کے خلاف عبارات لکھی ہیں وہ ان عبارتوں سے توبہ نہ کرنے کے سبب کافرو زندقہ ہیں اور ہر وہ شخص جو ان عبارات کو ماننا اور قبول کرتا ہے وہ بھی ان عبارات کے لکھنے والوں

کے حکم میں داخل ہے۔ کیوں کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ شریعت کے احکام نہیں بدلے جاسکتے بلکہ لوگوں کو اپنی طبیعت اور عقل و فہم کو شریعت کے مطابق بنانا ہوگا۔ جس لمحے دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ یہ اعتراف کر لیں گے، سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ مگر افسوس کہ جب کبھی ان غلط اور کفریہ عبارات کے لکھنے والے علماء کے جانشینوں اور حامیوں کو اس اعتراف کے لئے کہا گیا انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اب قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ جب دیوبندی وہابی ان عبارات کے ماننے اور قبول کرنے کی ضد پر قائم ہیں تو کتاب و سنت کا فیصلہ کیسے بدلا جاسکتا ہے؟ جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے، جو گمراہی کے گہرے گڑھوں میں دھنس چکے ہیں، جنہیں سچ جھوٹ میں تمیز کرنا قبول نہیں، ان کے لئے قرآن نے یہی کہا ہے ”لکم دینکم ولی دین تمہارے لئے تمہارے دین اور ہمارے لئے ہمارا دین۔“

آخر میں اپنے قارئین سے یہی گزارش کروں گا کہ قبر میں رحمت عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کے بارے میں جب سوال ہوگا اور یہ پوچھا جائے گا کہ (مرنے سے پہلے) ان کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟ اور میدان قیامت میں جب کہ سورج سوا میل پر ہوگا، جس دن اللہ واحد قہار کے غضب سے سب ہی نفسی نفسی کریں گے سوائے دامن رحمت مصطفیٰ ﷺ کے کوئی پناہ نہ ہوگی۔ اگر انہی غلط اور کفریہ عقائد پر آپ کا خاتمہ ہوا تو اس وقت عذاب الہی سے آپ کو خود کو کیسے بچائیں گے؟ اپنا انجام آپ خود سوچ لیں۔

ہمارے اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تو یہی پکارتے رہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(واضح رہے کہ بعض دیوبندی وہابی حضرات نے بھی اپنے ساتھیوں کو ان کفریہ عبارات کے قبول نہ کرنے کا مشورہ دیا چناں چہ دیوبند سے نکلنے والے ماہنامہ ”تجلی“ میں جناب شبیر احمد عثمانی کے بھتیجے جناب عامر عثمانی کی تحریر اس کا ثبوت ہے۔) قارئین محترم! اس روداد کے بعد آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ دیوبند کے یہ علماء پہلے ایسے نہیں تھے، یہ سب کیوں لارنس آف عربیا کے پروردہ گروہ نجدی وہابیوں کے ہم نوا ہو گئے اور انہی کی طرح تعظیم رسالت کے منکر ہو کر شیطانی لہجے میں نامناسب باتیں کرنے لگ گئے اور موجودہ دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ اپنے چند بڑوں کی ان کفریہ عبارات اور غلط عبارات پر کیوں قائم ہیں، غلطی کا اعتراف کر کے جھگڑا کیوں ختم نہیں کرتے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

دلائل و صداقت سے خوف الہی رکھتے ہوئے اپنے قارئین سے عرض کرتا ہوں کہ یہودی، عیسائی، کافر اور منافق تمام، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔ قرآن نے ان کی حقیقت و صاحت سے بیان کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ فطری اور نفسی امر ہے کہ جب کسی بد باطن کی اصلیت کھل جائے اور اس کا گھناؤنا چہرہ بے نقاب ہو جائے تو اسے بہت دکھ ہوتا ہے اور وہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتا ہے یعنی اپنی اصلاح کی بجائے دشمنی، عناد اور بغض کی آگ اس میں بھڑک اٹھتی ہے یہاں تک کہ وہ انتقامی کارروائی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں کو بھی رحمت للعالمین ﷺ اور ان کے سچے جانشینوں کی سلطنت اسلامی کے پھیلنے اور اپنے مغلوب و معتبور ہو جانے کا صدمہ تھا یہاں تک کہ ان کے مرکزی مقامات خیبر اور بیت المقدس وغیرہ بھی ان سے چھین گئے تھے۔

انہوں نے دیکھا کہ وہ اب اپنی کھوئی ہوئی حکومت اور جاہ و حشمت دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے، سلطنت اسلامی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے آپس میں مل بیٹھ کر

ہمارا مقصد پورا نہیں ہو گا یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ لوگ اپنی وفاداری کا یقین دلا چکے تھے کہ اصلاً ہم آپ کے ہیں، اس لئے یہودیوں عیسائیوں نے اپنے خزانے ان لوگوں کے لئے کھول دیئے۔

اسلامی فتوحات کا سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے آخری رسول ﷺ سے کمال محبت اور فی سبیل اللہ جہاد کا جذبہ تھا۔ اس سازشی گروہ اور اس کے پیروکار لوگوں نے طے کیا کہ تحریر و تقریر اور ہر ذریعے سے دین میں ایسی ایسی باتیں نکالی جائیں جو مسلمانوں کو آپس میں لڑوا دیں اور ان کا جہاد آپس میں ایک دوسرے کے خلاف شروع ہو جائے۔ چنانچہ قرآن و سنت کے مفہیم کو بدلا جانے لگا، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہا جانے لگا، نیک کاموں اور سنتوں کو بدعت کہا جانے لگا، اصول دین کے برخلاف اس گروہ بد کے نام نہاد علماء کو اماموں کا درجہ دیا جانے لگا اور ان کے مخالفین کو مشرک، بدعتی اور گمراہ کہا جانے لگا۔ نبوت کے مہولے دعوے دار کھڑے کئے جانے لگے۔ رسول اکرم ﷺ، ان کی ازواج مطہرات، ان کے صحابہ کرام، ان کے اہل بیت اور اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تاکہ ان مقدس ہستیوں کی خوبیوں کی بجائے ان کے من گھڑت نقص بیان کر کے لوگوں کے دلوں سے ان کی محبت و عقیدت کو ختم کیا جائے، جب لوگوں کو بتایا جائے گا کہ نبی ولی میں کوئی خصوصیت نہیں ہوتی وہ دوسرے عام انسانوں کی طرح اور گناہ گار ہوتے ہیں تو لوگوں کی محبت اور جوش و جذبہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ جب محبت ختم ہوگی تو قوت عمل بھی باقی نہیں رہے گی اور جہاد وغیرہ کا سلسلہ بھی ختم ہو کر رہ جائے گا۔

اللہ کی عطا سے غیب کا علم جاننے والے آقا ﷺ سے یہ تمام باتیں پوشیدہ نہیں تھیں، اس لئے رحمت عالم ﷺ نے اس گروہ اور اس کے احوال سے دنیا کو پہلے ہی آگاہ

خفیہ سازشی منصوبے بنائے، چنانچہ پوری تفصیل مستند کتابوں میں محفوظ ہے۔ ان دشمن اسلام گروہوں نے طے کیا کہ ملک بدر اور معتب ہو کر ہم بہت کمزور ہو گئے ہیں ہماری اصلیت بے نقاب ہو چکی ہے اب ایک ہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں داخل ہو کر مسلم اتحاد اور اخوت اسلامی کو ختم کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قلبی طور پر اپنے باطل عقائد و نظریات پر قائم رہیں صرف (منافقانہ طور پر) اوپر اوپر سے بظاہر مسلمان ہو جائیں، اس کے لیے صرف کلمہ اور نماز کو پڑھنا ہوگا، یہ ظاہری طور پر کرتے رہیں گے تاکہ ہمیں اپنے علاقوں میں دوبارہ رہنے بسنے کی آزادی مل جائے، پھر ہم مختلف منصوبوں کے ذریعے مسلمانوں کو آپس میں انتشار و افتراق کا شکار کر دیں، تاکہ ان کی توجہ ہم سے ہٹ جائے اور وہ اپنے جھگڑوں میں الجھ کر ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں، جب ایسا ہوگا تو ہم مسلمانوں کی اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے علاقوں پر قبضہ کر لیں گے اور اپنی ساکھ بحال کر لیں گے۔ چنانچہ عبد اللہ بن سبا یہودی اس سازشی تحریک کا قائد بنا اور اس کے تمام حمایتی منافقانہ طور پر مسلمان ہوئے۔ اس سازشی گروہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے یکے بعد اے اپنے ناپاک منصوبوں پر عمل شروع کر دیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت اسی دشمن اسلام گروہ کی سازش کا نتیجہ تھی۔

اس گروہ نے پوری سلطنت اسلامی میں اپنے تبلیغی افراد پھیلا دیئے۔ یہ سلسلہ نسل در نسل چل نکلا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو اپنے نبی ﷺ سے بے پناہ محبت ہے۔ اور کچھ ایسی محبت کہ نبی پاک ﷺ کے نام پر اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور اس محبت کی وجہ نبی پاک ﷺ کا حسن و جمال اور فضل و کمال ہے۔ اس منافق، دشمن اسلام گروہ اور ان کے آلہ کار ایجنٹوں نے طے کیا کہ اس محبت کو جب تک ختم نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک مسلم اتحاد کی اصل قوت برقرار رہے گی اور

فرمادیا۔

چنانچہ صحیح احادیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ لشکر اسلام میں مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص حر قوس بن زہیر جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا، کہنے لگا یا رسول اللہ! آپ نے عدل نہیں کیا۔ شمع رسالت کے جاں نثار پر دانے اس بے ادب نکل بات سن کر غیرت ایمانی سے جوش میں آگئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ اس گستاخ کی زندگی تمام کر دوں، اس کو اپنی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ رحمت عالم ﷺ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اجازت نہیں دی۔ ذوالخویصرہ سے آپ نے فرمایا ”تیری ماں تجھ کو روئے، میں اللہ کا نبی ہوں اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اس روئے زمین پر مجھ سے بڑھ کر عدل کرنے والا کون ہو گا؟ اور اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا، یہ ابھی زندہ رہے گا اس کی نسل سے لوگ نکلتے رہیں گے، نکلتے رہیں گے، نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ اس کے آخری لوگ دجال کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ فرمایا اس کو میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے۔ جس دن یہ اور اس کے ساتھی قتل ہوں گے اس دن یہ لوگ امت میں سب سے برے ہوں گے اور جو لوگ ان کو قتل کریں گے وہ میری امت میں بہترین ہوں گے۔ فرمایا اس کی نسل کی نشانیاں یہ ہوں گی کہ یہ لوگ سروں پر بال نہیں رکھیں گے، پاجاموں شلواردوں کے پانچے ٹخنوں سے بہت اونچے رکھیں گے، لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے کہ دوسرے لوگ ان کی نمازوں کو دیکھ کر اپنی نمازوں کو حقیر سمجھیں گے۔ فرمایا یہ قرآن کو عمدگی سے پڑھیں گے مگر قرآن صرف ان کی زبانوں پر ہو گا ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یعنی اندر اس کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ فرمایا ان کی زبانیں شکر جیسی میٹھی ہوں گی مگر دل بھیڑیوں سے زیادہ سخت اور برے ہوں گے۔ فرمایا صورت شکل وغیرہ سے خود کو بڑے نیک ظاہر کریں گے مگر دین سے

یہ لوگ اس طرح نکلے ہوں گے جس طرح تیر اپنے شکار سے نکل جاتا ہے۔ فرمایا یہ لوگ خود برے ہوں گے اور بُرائی ہی پھیلائیں گے۔“ (بخاری ص ۷۲، ج ۱، ص ۶۲۴، ۱۰۲۴، ۱۱۲۸، ج ۲، مسلم ص ۳۴۰، ۳۴۱، ج ۱، مشکوٰۃ ص ۳۰۹، ۵۳۴)

قارئین کرام! عدل و انصاف کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے حقائق پر توجہ کیجئے۔ کیا آپ کو اپنے ارد گرد انہی نشانیوں والے لوگ نظر نہیں آتے؟ یہ نشانیاں اللہ کے اس نبی نے بیان کی ہیں جس کے ذریعے اور وسیلے سے ہم اللہ کو جانتے اور مانتے ہیں۔ اس نبی ﷺ پر یقین کرتے ہوئے قرآن کو مانتے ہیں۔ اس نبی ﷺ کے مونہ سے جو نکلا، اسی نے بتایا کہ یہ قرآن ہے اور یہ میری حدیث ہے۔ ہمیں جس زبان سے قرآن عطا ہوا، یہ اسی زبان حق ترجمان کے ارشادات ہیں۔ جس کو نبی ﷺ کی ذات پر کامل ایمان ہے اسے نبی کے صحیح ارشادات پر بھی سچا پکا یقین ہو گا اور ہونا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے کھول کھول کر سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ لوگ کسی بہروپ میں آئیں اپنا اپنی تحریک کا عنوان کچھ بھی بنالیں، ان کی اصلیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کو کلمہ و نماز سکھانے یا ٹھیک کروانے کے بہانے یہ لوگ امت مسلمہ کو تباہی و بربادی کے کنارے پہنچا رہے ہیں۔ یہودیوں عیسائیوں اور غیر مسلم طبقوں کی امداد اور تعاون سے دشمن اسلام سازشوں میں مصروف یہ ایمانی لٹیرے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے وفادار اور دوست نہیں تو ہمارے دوست اور خیر خواہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا خیال اپنی جھوٹ بول سکتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے نزدیک نبی کا علم جانوروں جیسا ہے (معاذ اللہ)۔ ان کا علم و فہم، قرآن و سنت کے مسلمہ اصولوں کے بجائے ذاتی اہمال اور ان کے آقاؤں کی رضا جوئی میں الجھا رہتا ہے۔ انہیں سچ اور حقائق کو دیدہ دلیری سے جھٹلانا بہت مرغوب ہے۔ انہیں وہ باتیں کرنے میں کوئی عار نہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور عظمت اور وحدت کو

نقصان پہنچائیں، انہیں اپنی ہٹ دھرمی سے سروکار ہے۔ قارئین محترم! آپ خود اندازہ کریں کہ ان لوگوں کی ایسی گندی اور کفریہ عبارات نے امت مسلمہ کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔

نوجوان طبقہ ذرا سوچے کہ مادی ترقی کے اس دور میں جہاں سائنس کی نت نئی ایجادات نے انسان کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے، وہاں ان جیسے دین فروش ملاؤں کی ان عبارات اور ان کے غلط نظریات نے چاند کو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دینے والے نبی (ﷺ) کے ماننے والوں کو روحانیت سے اور دین سے کتنا دور کر دیا ہے۔ تبلیغ کے نام پر اسمگلنگ اور ڈرگس پھیلانے والے اس طبقے کو آپ نے کسی حکومت سے سود کے خلاف الجھتے نہیں دیکھا ہو گا۔ - بیروت، بنگاک، بمبئی اور دنیا بھر کے جنسی بازاروں میں لوگوں کو بدکاری سے روکتے نہیں دیکھا ہو گا۔ یہ غول کے غول کبھی سینما ہال کی کھڑکی پر تبلیغ کرتے نظر نہیں آئیں گے۔ یہ لوگ دنیا بھر کے سمندروں پر ننگے انسانوں کو کلمہ پڑھاتے نظر نہیں آئیں گے۔ اور تو اور یہ اپنے اہل و عیال کو بے راہ روی کے لئے چھوڑ کر مہینوں چلوں پر چلے جانے والے کتاب و سنت کے ان ارشادات پر عمل کرتے نہیں نظر آئیں گے کہ ہم پر اپنے قراہت داروں کا حق دوسروں سے زیادہ ہے۔ بوڑھے ماں باپ اور جوان بہنوں بیٹیوں بیویوں کو تنہا چھوڑ کر گھروں سے بے پڑھے لکھے مردوں کو زبردستی نکال کر لے جانے والے یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ حضرت اولیس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی ظاہری زندگی کا زمانہ پایا مگر بوڑھی نابینا ماں کی خدمت کی وجہ سے صحابیت کا شرف حاصل نہیں کر سکے۔ رحمت عالم ﷺ یمن کی طرف مونہ کر کے فرماتے، مجھے ادھر سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت اولیس قرنی کے لئے ارشادات رسول انہیں یاد نہیں۔ کفریہ عبارات کے لکھنے والے، اپنے ملاؤں کے نظریات کا پرچار کرنے والے، نبی کی محبت اور

عظمت و شان سے بے گانہ کرنے والے یہ دیوبندی وہابی تبلیغی آپ کو جس گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اس کا انجام عذاب الہی ہے۔

ان کی تبلیغ یہودیت عیسائیت اور بت پرستی کے خلاف نہیں۔ یہ ایران عراق میں ستر لاکھ مسلمان کہلانے والے انسانوں کے ناحق خون کے خلاف کام کرتے نظر نہیں آتے۔ یہ بیت المقدس مسجد اقصیٰ میں صیہونی بربریت کے خلاف جہاد نہیں کرتے، ان کا کام تو یہ ہے کہ کلمہ و نماز درست کروانے کے بہانے آپ کو اپنا ہم نوا بنائیں اور تعظیم نبی کو شرک کہہ کر آپ کو روحانیت سے خالی کر دیں۔ کیا ان کفریہ عبارات کے پرچار سے یہ غیر مسلموں کو مسلمان بنا سکیں گے؟

ذرا توجہ کیجئے! کسی عالمی اجتماع میں یہ لوگ چلے جائیں جہاں ہر دین و مذہب اور رنگ و نسل کے لوگ جمع ہوں، وہاں ہندو، یہودی، عیسائی اور یہ دیوبندی وہابی، تبلیغ کی اجازت چاہیں اور اجازت ملنے پر یہ چاروں اپنے اپنے دین و مذہب کی تبلیغ کریں اور تبلیغ کا مقصد یہ ہو کہ نئے والے جس سے متاثر ہو جائیں، جس کی بات قبول کر لیں اس کا دین و مذہب اختیار کر لیں۔ پہلے ہندو اٹھے اور وہ کہے کہ ”ہمارے رام چندر جی بڑے با کمال تھے بڑے بہادر تھے انہوں سیتارانی کو حاصل کرنے کے لئے لوہے کی مضبوط کمان کو اپنے ہاتھ سے موڑ کر توڑ دیا۔ ان کی تعلیمات بہت اچھی ہیں اس لئے سب لوگ ہندو ہو جائیں اور اس با کمال رام چندر کی پیروی کریں۔“

پھر عیسائی اٹھے اور یہ کہے کہ ”میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ماننے والا ہوں، وہ بڑے با کمال تھے ان کے کمال دیکھے، وہ ماں کے پیٹ ہی سے نابینا پیدا ہونے والے کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے تو اس کی بینائی ٹھیک ہو جاتی۔ کوڑھی اور برص والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے وہ تندرست ہو جاتا۔ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ وہ بڑے ہی با کمال تھے، ان کی تعلیمات بہت اچھی ہیں اس لئے سب لوگ عیسائی ہو جاؤ۔“

پھر یہودی اٹھے اور کہے کہ ”میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ماننے والا ہوں، وہ بڑے باکمال تھے ان کا کمال دیکھئے، وہ لکڑی پتھر پر مارتے تو پانی کا چشمہ جاری ہو جاتا۔ وہ بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا۔ ان کی تعلیمات بہت اچھی ہیں اس لئے سب لوگ یہودی ہو جاؤ۔“

آخر میں نظام الدین ہستی اور رائے وٹ کی دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت کا مسلمان کہلانے والا اٹھے اور کہے کہ ”میں حضرت محمد ﷺ کا ماننے والا ہوں، ہمارے نبی ہماری ہی طرح کے بشر تھے ان سے غلطیاں بھی ہوتی تھیں وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے تھے۔ ہم اور ان میں فرق صرف یہی ہے کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی اور ہمارے پاس نہیں آتی۔ ان کی تعلیمات اچھی ہیں اس لئے سب لوگ مسلمان ہو جاؤ۔“

قارئین کرام! آپ عدل و انصاف سے کہئے کہ وہ ہجوم، دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت کے اس نمائندے کے حوالے سے اپنے بڑوں کے باکمال ہونے کو ثابت کر رہا ہے جب کہ مسلمان کہلانے والا دیوبندی وہابی تبلیغی اپنے نبی ﷺ کے لئے جو نظریات اور عقیدے رکھتا ہے وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ باتیں سن کر کیا وہ ہجوم مسلمانوں کے نبی ﷺ سے متاثر ہوگا؟ ایسی باتوں سے مسلمان کہلانے والے باقی سب بھی اپنے مسلمان ہونے پر فخر نہیں کر سکتے، کیوں کہ ہجوم کا ہر فرد یہی کہے گا کہ جب مسلمانوں کے نبی ﷺ محض بشر ہی تھے اور ان میں کوئی کمال ہی نہ تھا تو اس دیوبندی وہابی تبلیغی کے بیان کے مطابق تو باقی تینوں کے بڑوں کا باکمال اور بہتر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لوگ کہیں گے کہ جب تم کہہ رہے ہو کہ تمہارے نبی ﷺ میں کوئی کمال نہیں تھا وہ بے اختیار تھے تو تم ان کا دین اختیار کرنے کی تبلیغ کیوں کر رہے ہو؟

قارئین کرام! ان لوگوں کی تبلیغ کا یہی حال ہو گا اور ہو رہا ہے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن میں انہی لوگوں کے پروپیگنڈے کے مطابق علماء ہزاروں کی

تعداد میں تھے اور عوام، علماء سے بہت زیادہ تعداد میں جمع ہوئے۔ ان کے دھرم کی اس مذہبی درس گاہ کے جشن کا افتتاح کسی نیک بزرگ عالم کے ہاتھ سے نہیں، ایک مشرک پلید ہندو عورت کے ہاتھ سے کروانا ان کی ذہنی قلبی سوچ اور نظریات کا واضح ثبوت ہے۔ اس مشرک عورت اندرا گاندھی نے جو تقریر کی اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اور اس کے آپس کے نظریات وغیرہ میں کمال ہم آہنگی ہے۔ ہندوہ ایک تنہا ہندو عورت ہزاروں دیوبندی وہابی علماء و مبلغین کی موجودگی میں ان کے بنیادی اور سب سے بڑے مدرسے میں آئی اور جیسی آئی ویسی چلی گئی، یعنی ہندو آئی اور ہندو گئی، یہ ہزاروں مل کر اس ایک ہندو عورت کو مسلمان نہیں کر سکے، اس کے باوجود یہ لوگ دین کی تبلیغ کا دعویٰ کرتے ہیں..... اسی ہندوستان میں ہم اہل سنت کی جان اور شان حضرت خواجہ سید معین الدین حسن چشتی اجمیری، خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ جب تشریف لے گئے تو تنہا تھے مگر ان کی تبلیغی اور دینی خدمات دیکھئے کہ وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اسی ہندوستان میں ساڑھے ۹ ملین (پچانوے لاکھ) کافروں کو مسلمان کر کے گئے۔ (الحمد للہ علی احسانہ)

اس عالمی اجتماع میں اگر ہم اہل سنت و جماعت (سنیوں) میں سے کوئی ہو تو ذرا اس کی تبلیغ کی جھلک بھی دیکھے خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔

وہ سنی مسلمان، غلام و عاشق رسول یہ کہے کہ لوگو! میں مسلمان ہوں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا معبود حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جو ہر شے کا خالق و مالک ہے۔ ہندو کے رام کو بھی اسی نے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ ہم عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ کو بھی مانتے ہیں اور یہودیوں کے حضرت موسیٰ کو بھی

۵۶ اس سے پہلے یہی دیوبندی وہابی لوگ ہندوؤں سے اتحاد کے مظاہرے کے لئے مشہور ہندو لیڈر گاندھی کو دہلی کے جامع مسجد کے منبر پر بٹھانے کی جدت کر چکے ہیں۔

مانتے ہیں اور ان کے کمالات بھی مانتے ہیں کیوں کہ ان کو نبوت، عظمت اور کمالات ہمارے رب نے ہمارے نبی ﷺ کے طفیل عطا کئے۔ ہمارے رب ہی کا ارشاد ہے کہ اگر وہ ہمارے نبی کو پیدا نہ کرتا تو خود کو بھی ظاہر نہ کرتا۔ اس لئے یہ ساری کائنات اور اس کی تمام نعمتیں ہمارے نبی ﷺ کا صدقہ ہیں۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کا نام مبارک ”محمد“ ﷺ ہے، جسے ادا کرتے ہوئے ہمارے لب چومتے ہیں ﷺ اور جسے سن کر ہم بھی چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں، اس نام کو سن کر ہم درود و سلام پڑھتے ہیں۔ اس نام کے معنی ہی بتا رہے ہیں کہ یہ اس ذات کا نام ہے جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی۔ یہ نام ہمارے رب ہی نے رکھا، یہ نام ہی بتاتا ہے کہ اس مبارک نام والی شخصیت ہر طرح تعریف والی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کو پیدا کرنے والا ہمارا رب بھی ہمارے نبی ﷺ کی تعریف کرتا ہے بلکہ جو ہمارے نبی ﷺ کی تعریف کرتا ہے وہ خود تعریف والا ہو جاتا ہے اور ہمارا رب اس کی تعریف کرتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی تعریف حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ نے بھی کی ہے۔ تورات و انجیل میں ہمارے نبی ﷺ کا ذکر ہے۔ ان پر نازل ہونے والی کتاب کا ذکر ہے، ان کے کمالات کا ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ تو معجزات لے کر آئے، ہمارے نبی ﷺ خود سر پا معجزہ بن کر تشریف لائے۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو اللہ نے بہت نوازا۔ موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر جا کر ہمارے رب سے کلام کرتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے رب نے زندہ آسمانوں پر اٹھایا اور ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جسم القدس کے ساتھ عرش معنی پر بلا کر اپنا دیدار کر لیا اور سلام و کلام فرمایا۔ جو فرشتہ وحی لے کر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے پاس آتا تھا وہی ہمارے نبی پاک ﷺ کے پاس بھی آیا اور بار بار یہ کہہ کر آتا تھا کہ نبی پر اللہ نے آخری ضابطہ حیات قرآن نازل فرمایا جو رہتی دنیا

ہر جس طرح سے یہ سب ہم محمد کے سبب کاش ہم مل جائیں سب نام محمد کے سبب (ﷺ)

تک انسانیت کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ تورات و انجیل آج اپنی اصل میں موجود نہیں، نہ ہی ان کا کوئی حافظ ہے جب کہ قرآن اپنے ہر حرف اور زیر زبر کے ساتھ محفوظ ہے اور رہے گا اور اس کے لاکھوں حافظ ہیں۔ اس قرآن میں جو ہمارے نبی ﷺ پر نازل ہوا، بت پرستی سے منع کیا گیا ہے کیوں کہ جو اللہ کے سوا کسی کی پوجا کرے وہ مشرک ہے۔ یہ انسانوں کے تراشے ہوئے بت کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ جب کسی بت پر کبھی بیٹھ جائے تو وہ بت اس کبھی کو اڑا بھی نہیں سکتا۔ بت کے مقابلے میں اس عام انسان کو قدرت و طاقت حاصل ہے جو اپنے ہاتھوں اس بت کو بناتا اور تراشتا ہے۔ ہندو، بتوں کی پوجا کرتے ہیں، انہیں خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہزاروں جھوٹے معبودوں کے سامنے جھکنے والوں کو معبود حقیقی اللہ کے سامنے جھکایا، وہ اللہ، جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، جو زندگی اور موت کا پیدا کرنے والا ہے، وہ اللہ، جس نے یہ ساری کائنات بنائی ہے، وہی سورج کو مشرق سے نکلنے والا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے، اسی نے ہم کو جسم و جاں، عقل و شعور اور بے پناہ نعمتیں عطا کی ہیں، انسان کو اشرف المخلوقات اور حسن ازل کا آئینہ بنایا۔ اسی نے نبیوں کو بھیجا تاکہ وہ ہمیں علم و حکمت سکھائیں، اخلاق حسنہ کی تعلیم و تربیت دیں اور ہماری زندگی کو با استعداد اور کارآمد بنائیں۔ اللہ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ افضل و اکمل ہمارے نبی ﷺ کو بنایا۔ انہیں جو درجات و مراتب اور خصوصیات عطا کیں وہ مخلوق میں کسی اور کو ویسی عطا نہیں کیں۔ علم و فضل، حلم و کرم، جود و سخا، رحمت و رافت، صورت و سیرت، گفتار و کردار، اخلاق و عادات میں کوئی اور ان جیسا نہیں، وہ بشر بن کر تشریف لائے مگر ایسے بشر کہ کائنات میں کوئی ان جیسا بشر نہیں۔ وہ اللہ کے نور ہیں۔ وہ اللہ کے سب سے پیارے بندہ ہیں، اللہ کے

سب سے افضل نبی اور رسول ہیں، ہمارے رب کو ان سے اتنی محبت ہے کہ ہمارا رب جو ان کا خالق ہے، ان کا معبود ہے، وہ اپنے اس پیارے اور مقدس و مکرم بندے کی تعریف و ثنا کرتا ہے۔ محبت و تعظیم سے ان کو یاد کرتا ہے۔ ان پر درود و سلام بھیجتا ہے۔ ہمارا رب ان کی جان، ان کے کلام، ان کے شہر، ان کے زمانے کی محبت بھری قسمیں یاد فرماتا ہے۔ ان کی محبت کو اپنی محبت فرماتا ہے، ان کی فرماں برداری کو اپنی فرماں برداری فرماتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی ذات و صفات اور جمال و کمال، اللہ کی ذات و صفات اور جمال و کمال کا آئینہ ہیں۔ اللہ نے انہیں اپنی روشن دلیل بنا کر بھیجا تاکہ مخلوق دیکھ لے اور اللہ کے اس مقدس بندے اور رسول ﷺ کی عظمت و شان اور مرتبہ و کمال کو دیکھ کر اندازہ کر لے کہ جس کا بندہ ایسا عظیم ہے اس کا خالق و مالک کتنا عظیم ہو گا۔ ہمارا نبی ﷺ ہمارے رب کی حقانیت اور عظمت کی دلیل ہے۔ ہمارے رب نے اپنے اس پیارے رسول ﷺ کی محبت اور پیروی کو اپنی رضا اور ہماری کامیابی کا ذریعہ فرمایا ہے۔ ہمارے رب نے اس نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر ہم پر لازم کی ہے۔ ہمارے رب نے اپنے اس نبی اکرم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کو ہمارے لئے احسان عظیم فرمایا ہے کیوں کہ ہمارے نبی ﷺ ہی اس کائنات اور ماضی و ماضی کی تخلیق کا باعث ہیں۔ مخلوقات کو ان ہی کے وسیلے سے اللہ کی شان اور پہچان معلوم ہوئی۔ ہمارے رب نے اپنے نبی ﷺ کے ماننے والوں اور ان کے غلاموں کے لئے عیش و آرام کی جنت بنائی ہے اور ان کے دشمنوں، منکروں اور گستاخوں کے لئے مصیبت و آلام کی دوزخ تیار کی ہے۔ جو اس نبی ﷺ کا سچا غلام ہو جائے، دنیا اس کی غلامی کرتی ہے اور جو اس نبی ﷺ سے منہ پھیرے اللہ کی رحمتیں اس کی طرف رخ نہیں کرتیں۔

اس ہجوم کو ہندو دھرم رکھنے والے نے بتایا کہ اس کے رام چندر بہت باکمال تھے اور اتنے طاقتور تھے کہ انہوں نے لوہے کی مضبوط کمان کو اپنے ہاتھوں سے موڑا اور

توڑ دیا۔ انہوں نے ضرور ایسا کیا مگر یہ کوئی ایسا کمال نہیں جو کسی اور میں ممکن نہ ہو۔ اس دنیا میں ہزاروں بڑے بڑے پہلوان موجود ہیں اور وہ بڑے زور آور ہیں، انہوں نے اپنی قوت و طاقت کے بڑے بڑے مظاہرے کئے ہیں۔ لوہے کی مضبوط کمان توڑ دینا کوئی بڑا کمال نہیں۔ ہمارے نبی ﷺ کا کمال دیکھئے، انہوں نے مکہ مکرمہ کی سر زمین پر کھڑے ہو کر نہایت بلندی پر چمکنے والے چاند کو اپنی صرف ایک انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دیا اور پھر جوڑ دیا۔ قلعہ خیبر کے راستے میں وادی صہبا کے مقام پر ہمارے نبی پاک ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ایک اشارے سے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹایا۔ ہندو کے رام نے کمان کو توڑا اور یہ کام کوئی اور بھی کر سکتا ہے مگر چاند کو دو ٹکڑے کر دینا اور پھر سے جوڑ دینا اور ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹا دینا یہ ہمارے نبی پاک ﷺ ہی کا کمال تھا۔ یہ کام سارے ہندو اور ان کے سارے جھوٹے معبود بھی مل کر نہیں کر سکتے۔

اسی ہجوم سے اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہوئے عیسائی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت باکمال تھے۔ یقیناً وہ صاحب کمال تھے، ان کے جو کمال عیسائی نے بتائے وہ درست ہیں۔ ان کے ان کمالات کا ذکر ہمارے رب کی کتاب قرآن کریم میں ہے اور ہم ان کو مانتے ہیں۔ عیسائی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ سے اندھے کو بینا اور برص والے کو ٹھیک، تندرست کرتے تھے مگر ہمارے نبی ﷺ کا کمال دیکھئے، ہمارے نبی پاک ﷺ کے جسم مبارک اور خصوصاً ہاتھوں میں جو برکت تھی اس کا کیا ٹھکانا، ہمارے نبی پاک ﷺ کے مبارک قدموں کے تلووں میں جو نعلین مبارک (پاک جوتیاں) ہوتی تھیں وہ جس مٹی پر لگیں وہ خاک، جذام اور برص والے کے لئے شفا ہو گئی۔ ہمارے نبی پاک کے جسم اقدس پر جو لباس مبارک ہوتا تھا اس پر پہنا جانے والا جبہ اس قدر بابرکت تھا کہ اس کی ہوا شفا ہو گئی۔ عیسائی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یہ درست ہے وہ مردہ انسانوں کو زندہ کرتے تھے۔

جسم میں روح کو لوٹا دیتے تھے، یہ بڑا کمال تھا مگر ہمارے نبی ﷺ کا کمال دیکھیں، ہمارے نبی پاک ﷺ نے بے جان چیزوں کو زندگی عطا کی۔ انہوں نے پتھروں اور لکڑی کے سوکھے ہوئے تنے کو قوت گویائی اور جان عطا کی۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کے لعاب دہن میں اتنی برکت تھی کہ وہ نمکین پانی کے کنویں میں ڈالتے، وہ میٹھا ہو جاتا۔ کٹے ہوئے اعضائے جسمانی پر لگاتے وہ جڑ جاتے، بیمار آنکھوں میں ڈالتے، وہ ٹھیک ہو جاتیں، چند آدمیوں کی غذا میں ڈالتے تو وہ ہزاروں کے لئے کافی ہو جاتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال بلاشبہ درست ہیں مگر جو کمال ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے عطا ہوئے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی قابل رشک ہیں۔

اسی اجوم سے اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہوئے یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے بیان کئے، ان کو بہت باکمال کہا۔ بلاشبہ وہ معجزے درست ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے صاحب کمال تھے۔ ان کا کمال بیان کرتے ہوئے یہودی نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی پتھر پر مارتے تو اس پتھر سے پانی کا چشمہ ابل پڑتا، یہ بالکل درست ہے۔ یہودی سے عرض ہے کہ پہاڑوں سے چشمے نکلتے ہیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر پر لکڑی کی محض ایک ضرب سے چشمہ جاری کر دیتے تھے، یہ بڑا کمال تھا۔ آئیے اب ہمارے نبی پاک ﷺ کا کمال دیکھئے۔ حدیبیہ کے مقام پر اور سفر تبوک میں ہزاروں افراد ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ تھے، سخت گرمی کا موسم تھا۔ لشکر اسلام کے پاس پانی ختم ہو گیا۔ ہمارے نبی ﷺ کے ماننے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہمارے نبی ﷺ کی ایمان کے ساتھ زیارت کر کے باقی تمام امت سے افضل ہو گئے، وہ ہمارے نبی پاک ﷺ سے فریاد کرتے ہیں کہ پانی ختم ہو گیا ہے، پینے کے لئے بھی پانی نہیں ہے، وضو، غسل اور جانوروں کو پلانے کے لئے بھی پانی کی سخت ضرورت ہے۔ سخت گرمی ہے، پانی نہ ملا تو بہت نقصان ہو جائے

گا۔ ہمارے نبی ﷺ نے ان سے بڑا برتن لانے کو فرمایا اور اس برتن میں اپنا وہ مبارک ہاتھ رکھا جسے ہمارا رب اپنا ہاتھ فرماتا ہے۔ ہزاروں دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کے مبارک ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے ٹھنڈے میٹھے پانی کے پانچ چشمے جاری ہو گئے۔ اس پانی کو تمام افراد نے پیا، اس سے وضو کیا، غسل کیا، لشکر اسلام کے جانوروں کو پلایا اور اپنے برتنوں میں جمع کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھروں سے چشمے جاری کئے مگر ہمارے نبی پاک ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے چشمے جاری کئے، یہ ہمارے نبی ﷺ ہی کا کمال تھا۔

یہودی نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اپنی بغل کے پیچے رکھ کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا، بلاشبہ یہ درست ہے۔ میں عرض کروں کہ ہمارے نبی پاک ﷺ سر پانور تھے۔ ان کے چہرے کی چمک دمک کے سامنے چاند بھی ماند تھا۔ ان کے ہمارے دانت ایسے تھے کہ رات کی تاریکی میں جب ہمارے نبی پاک ﷺ مسکراتے، ان کا دہن مبارک کھلتا تو ان کے دانتوں کی چمک سے چراغاں ہو جاتا۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کی پاک بزدلی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان مبارک دانتوں سے نکلنے والے تور کے چراغاں سے اپنے کپڑے سینے والی سوئی ڈھونڈ لیتیں۔ ایک رات ہمارے نبی پاک ﷺ کے پاس دو صحابہ (اسید اور عباد رضی اللہ عنہما) بیٹھے گفتگو میں مشغول تھے۔ اندھیری رات تھی، بارش ہو رہی تھی۔ باتیں کرتے دیر ہو گئی۔ ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما نے ہمارے نبی پاک ﷺ سے عرض کی کہ باہر اندھیرا ہے، بارش کی وجہ سے گلیوں میں پانی اور کچڑ ہو گا، ہمیں روشنی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے گھروں تک جانے میں دشواری ہو گی۔ (صحابہ کے پاس (لکڑی کی) لاٹھیاں تھیں کیوں کہ ہاتھ میں لاٹھی رکھنا ہمارے نبی پاک ﷺ کا طریقہ تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہما ہمارے نبی ﷺ کے طریقوں کی محبت سے پابندی کرتے تھے) ہمارے نبی پاک ﷺ

نے ان میں سے ایک صحابی سے فرمایا، اپنی لائٹھی مجھے دو، ہمارے نبی پاک ﷺ نے اس لائٹھی کے کنارے پر اپنا مبارک ہاتھ لگا دیا اور فرمایا، یہ تمہارے لئے روشنی کرے گی۔ وہ دونوں صحابی اٹھے، جوں ہی باہر نکلے تو اس لائٹھی سے نارچ کی طرح روشنی نکلنے لگی۔ وہ دونوں اس لائٹھی سے نکلنے والی روشنی میں راستہ طے کرنے لگے۔ کچھ دور جا کر دونوں کے گھروں کے راستے جدا ہو جاتے تھے۔ جس کے پاس روشنی کرتی ہوئی لائٹھی تھی اس سے دوسرے نے کہا کہ میں کس طرح اپنے گھر تک جاؤں گا؟ اس صحابی نے دوسرے صحابی کی لائٹھی اپنی روشنی کرتی لائٹھی سے مس کی تو اس دوسری لائٹھی سے بھی روشنی نکلنے لگی اور وہ دونوں باسانی اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمال سے صرف ان کا ہاتھ چمکتا تھا مگر دیکھئے ہمارے نبی پاک ﷺ کا مبارک ہاتھ جس لائٹھی کو لگتا ہے وہ روشنی کرتی ہے اور جو لائٹھی اس لائٹھی سے لگتی ہے وہ بھی روشنی کرنے لگتی ہے۔ یہ کمال ہمارے نبی پاک ﷺ کی خصوصیت ہے۔ صرف یہی نہیں، میں عرض کروں، میں تو ایک بہت ادنیٰ شخص ہوں، میں اگر اپنے نبی پاک ﷺ کے کمالات بیان کرتا ہوں تو یہ حقیقت ہے کہ میری عمر، میری آواز، میرا علم ختم ہو سکتا ہے مگر میرے نبی پاک ﷺ کے کمالات کا ذکر مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور ان کی تعلیمات تو موتیوں سے بھرا ہوا سمندر ہیں، جس میں رہتی دنیا تک ہمارے لئے ہر طرح کامیابی اور ترقی کی رہ نمائی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ سے کامل وابستگی ہی نے ان لوگوں کو فرشتوں سے افضل بنایا جو صحراؤں میں جانوروں کو چراتے تھے، لوٹ مار کرتے تھے، اپنے ہاتھوں اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے، ظلم اور درندگی جن کا کام تھا لیکن وہ لوگ جب ہمارے نبی پاک ﷺ سے وابستہ ہو گئے اور ہمارے نبی ﷺ کے دین کے پابند ہو گئے تو ہمارے نبی ﷺ کی محبت اور پیروی کی وجہ سے دنیا کے تاج دار اور اللہ کریم کے محبوب ہو گئے۔ میں آپ سب کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ ہمارے دین، ہمارے

نبی پاک ﷺ سے پوری طرح وابستہ ہو کر دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کیجئے۔
قارئین کرام! عدل و انصاف سے کہئے! وہ ہندو، عیسائی اور یہودی اور باقی تمام لوگ، اس سنی مسلمان، عاشق رسول کے یہ حقائق سن کر لاجواب ہوں گے یا نہیں؟ یقیناً ہوں گے اور دین اسلام قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں ولیوں نے کافروں مشرکوں کو مسلمان بنایا اور دیوبندی وہابی تبلیغی لوگ، سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنا رہے ہیں۔ تبلیغ اور عقیدوں کا فرق اور اثر آپ خود ہی ملاحظہ کر لیجئے۔

مادی ترقی کے اس دور میں روحانی عظمتوں کے منکر یہ لوگ سائنس کی ایجادات اور کرشموں کے سامنے بے بس ہیں۔ یہ غیر مسلموں کے سب کرشموں کو تسلیم کر لیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے نبیوں ولیوں کے کمالات کو نہیں مانتے۔ ریڈیو ایجاد کرنے والا مارکونی تو ہمارے نبی ﷺ کے صحابی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامت سن کر آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا آلہ بنا لیتا ہے اور خود کو مسلمان کہلانے والے اس کرامت کے انکار میں اپنی تمام توانائی خرچ کر رہے ہیں۔ اسی طرح دیگر معجزات اور کرامات کا احوال ہے۔ افسوس کہ یہ غیر مسلم تو نبی پاک ﷺ اور نبیوں کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات سے انسانی سہولتوں کے لئے نت نئی ایجادات کریں اور سپر پاورز بن جائیں اور خود کو مسلمان کہلانے والے ان معجزات اور کرامات کے خلاف پروپیگنڈے میں اپنی عمر بوری کر دیں اور در بدر مارے مارے پھر کر اپنی روحانی توجہ ضائع کر دیں۔

قارئین محترم! کچھ سوچو، حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ نبیوں کے نبی، رسولوں کے رسول ہیں، رحمہ للعالمین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، طہ و یاسین ہیں، بشیر و نذیر ہیں، مراعہ حقیر ہیں (ﷺ)، ان کی محبت، ان کی اطاعت، ان کی اتباع، ان کی تلاقی بلا فہ ہمارے کامیابی، ہماری بھلائی، ہماری نجات کی ضمانت ہے۔ ایمان،

قرآن، رمضان بلکہ خود رحمن اور اس کا عرفان ہمیں اللہ تعالیٰ کے حبیب ہی کے ذریعے اور وسیلے سے ملا۔ انہی کے صدقے ہم کو پچھلی امتوں کی طرح عذاب نہیں دیئے جاتے، ہماری شکلیں مسخ نہیں ہوتیں، ہم جانور نہیں بنادیئے جاتے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ ہی کے صدقے ہمیں ایک رات (شب قدر) ہزار مہینے سے بہتر ملی، ہمیں انہی کے طفیل انہی کی نسبت کی وجہ سے تمام امتوں سے بہتر ہونے کا اعزاز دیا گیا۔

اللہ کریم کے اس حبیب کریم ﷺ نے ہمیں کیا نہیں دیا، اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اس سب سے بڑی اور سب سے پیاری نعمت اور احسان عظیم کی تعظیم و توقیر نہیں کریں گے تو اپنے معبود کو راضی نہیں کر سکیں گے۔ ہماری عبادات قبول نہیں ہوں گی۔ اللہ جل شانہ سے محبت کا دعویٰ ہو اور اس کے حبیب ﷺ کی شان میں گستاخی کی جائے، یہ کہاں کا ایمان ہے؟ اپنے ارد گرد دیکھئے! کوئی نیپوں کو برا کہہ رہا ہے۔ کوئی اہل بیت نبوت کو برا کہہ رہا ہے کوئی ازواج مطہرات کو برا کہہ رہا ہے۔ کوئی صحابہ کرام کو برا کہہ رہا ہے کوئی اولیاء اللہ کو برا کہہ رہا ہے۔ آپ پوچھتے ہیں ہم کس کو مانیں، کس کی پیروی کریں؟ آئیے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں۔ آپ کتاب و سنت کی پیروی کریں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے محبت کرے، اہل بیت نبوت ازواج مطہرات، صحابہ کرام اور اولیائے عظام سے محبت کرے، جو ان سب کی محبت کو سرمایہ ایمان اور ذریعہ نجات سمجھے، ان کی رضا کو اللہ کی رضا جانے، اس کی پیروی کیجئے۔

دیکھئے! قریباً ڈیڑھ سو برس پہلے برصغیر میں یہ دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ نہیں تھے۔ یہ غیر مسلم دشمنان اسلام کے پروردہ گروہ ہیں جو دنیا کے چند سکوں اور اپنی جھوٹی انا کے لئے اپنے نبی ﷺ اور ان کی آل اولاد، ان کے صحابہ ان کے پیاروں کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔ انہیں اپنا انجام اور اللہ کا عذاب یاد نہیں۔

الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت، صدیوں سے حق کی پہچان ہیں۔ ہمارے تمام عقائد کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ ہمارے عقائد و اعمال کی صحت خود ان دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ ہمارا ان سے اختلاف اپنی ذات کے لئے نہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔ کوئی ہمارے پیارے کادشمن اور مخالف ہو تو ہم اسے پسند نہیں کرتے۔

اس سے مفاہمت نہیں کرتے، اس سے صلح کی کوشش نہیں کرتے۔ افسوس کے ہم نے اپنے پیاروں، قرابت داروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات سے زیادہ پیارا اور اہم سمجھ لیا ہے۔ ہماری پریشانیوں تباہیوں کی اصل وجہ یہی ہے، کیوں کہ جب تک نبی پاک ﷺ سے سب سے زیادہ اور سچی محبت نہیں ہوگی، ان کی پیروی کا شوق نہیں ہوگا، ان کی کامل غلامی نہیں ہوگی، اس وقت تک ترقی، استحکام، امن و آشتی اور خوش حالی نہیں ہوگی۔ قیصر و کسریٰ پر حکومت کرنے والے ہمارے نبی ﷺ کے بچے غلام تھے۔ انہیں عزت و عظمت، غلامی رسول کی برکت سے ملی تھی۔ آج تقریباً ایک بلین (ارب) کی تعداد میں ایمان کے دعوے دار صرف چالیس لاکھ یہودیوں سے ذلیل ہو رہے ہیں، دیکھئے اور سوچئے۔ یہود و نصاریٰ کی یہی کوشش ہے کہ امت مسلمہ کو نبی ﷺ کی محبت سے باز رکھا جائے اور آپس میں زیادہ سے زیادہ الجھایا جائے تاکہ ان کی توجہ غیر مسلموں پر نہ ہو۔ مسلمان عقل و شعور رکھتے ہوئے بھی ان دشمنوں کی سازش کو نہ سمجھیں تو ایسی عقل و خرد پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ کوئی خود ہی اپنی بربادی کا سامان کر رہا ہو تو دشمن اسے سمجھاتا اور روکتا نہیں، ان لوٹا بستر اٹھائے ملک ملک پھرنے والوں کو تبلیغ کی آزادی دینے والے غیر مسلم خوب جانتے ہیں کہ یہ ”دیوبندی وہابی تبلیغی“ لوگوں کو جس طرح کامو من بنا رہے ہیں ان سے ان غیر مسلموں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

غیر مسلم اچھی طرح جانتے ہیں کہ غیر مسلموں کو صرف اسی صورت نقصان پہنچ سکتا ہے جب کہ مسلمان کہلانے والے اپنے عقائد و اعمال کے لحاظ سے فضائے بدر پیدا کریں گے کیوں کہ میدان بدر میں تین سو تیرہ بے سرو سامان مجاہدوں نے تین گنا زیادہ تعداد کو، جو سامان جنگ سے آراستہ تھی، صرف کملی والے آقا ﷺ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے جذبہ ایمانی سے کچل دیا تھا۔ آج یہود و نصاریٰ بھرپور طریقے سے مسلم دنیا کو اسی جذبہ ایمانی سے محروم رکھنے کے لئے مختلف حربے آزمارہے ہیں۔ بیرونی دشمن سے اندرونی دشمن زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ وہ مسلمان کہلانے والوں کو اپنا آلہ کار بنا کر اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آئیے! دوست اور دشمن کو پہچانئے، اپنے اور بیگانے کو پہچانئے، رحمت والے پیارے نبی ﷺ کے سچے غلاموں سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیجئے۔ اس نبی ﷺ کے نام پر ایک دوسرے کے محافظ اور دوست بن جائیے اور متحد ہو کر دشمن کے لئے سیسہ پلائی ہوئی ناقابل تسخیر دیوار بن جائیے، یقین جائے پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد ہر لمحے ہمارے ساتھ ہوگی اور عظمت و عزت، کامیابی و خوش حالی ہمارا مقدر ہوگی کیوں کہ یہ اعلان عام ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ و بارک وسلم اجمعین

کو کب نورانی را احمد شفیع

(اوکاڑوی غفرلہ)

۹۸۸ھ کراچی

فروغ اہلسنت کے لئے..... امام اہلسنت کا دس نکاتی پروگرام

- ۱۔ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔
 - ۲۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
 - ۳۔ مدرسوں کی پیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔
 - ۴۔ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔
 - ۵۔ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریر و تقریر و وعظ و مناظرۃ اشاعت دین و مذہب کریں۔
 - ۶۔ حمایت مذہب و رد مذہبیاں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔
 - ۷۔ تصنیف شدہ رسائل مدد اور اشاعت پمپ لڑ ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔
 - ۸۔ شہر و شہر میں آپ نے غیر مگر اس رہیں جہاں جس قسم کے افراط یا منظرہ یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکاری امداد کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسائل بناتے رہیں۔
 - ۹۔ جو ہم میں قابل کار ہو جو دہرائی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
 - ۱۰۔ آپ نے مذہبی اذکار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں قیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔
- حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق ﷺ کا کلام ہے۔